سبیل نجات

شاعر اہلبیت عالیجناب نجم صاحب آفندی حیدرآباد

تشنہ کام کربلا کے نام نامی کی سبیل
نازش تسنیم و کوثر آبروئے سلسبیل

اے کہ تجھ سے تازہ و تر ہے محبت کا چمن
تیرا اک قطرہ بڑھا دے عزت نہر لبن

نذر کس پیاسے کی ہے پُرنور جاموں میں ترے
آب حیواں ہے ازل سے تشنہ کاموں میں ترے

ابر باراں منفعل ہے آبیاری دیکھکر
نیکیاں سکتہ میں ہیں یہ خیر جاری دیکھکر

جمع ہوکر خاک نے جب آبخورے بھر لئے
چاند نکلا آسماں پر نقرئی ساغر لئے

ہر ستارہ بن کے شکل دیدۂ تر رہ گیا
چشمہ خورشید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا

کیا عجب منہ کھول کر جنت سے غنچے گر پڑیں
تجھ سے پانی مانگتی ہیں نخل طوبیٰ کی جڑیں

اے کہ تجھ سے کوزہ و ساغر نے پائی زندگی
قوم کے جسم فسردہ میں نہ آئی زندگی

تیرے آب سرد میں ہو گرمی جوش عمل
اور ہم محروم ہوں اے محرم ہوش عمل

جرعۂ طوفان غم طوفان عہد نوح بن
حلق سے نیچے اتر کر حریت کی روح بن

ہم کہ ہیں بزم جہاں میں ورثہ دار کربلا
اسطرح قائم کریں اک یادگار کربلا

پیکر شان جلالت اپنا اک اک فرد ہو
قوم کا ہر طفل میدان عمل کا مرد ہو

تاب گویائی کی الفاظ صداقت ہم سے لیں
اہل دنیا جذبۂ مہر و محبت ہم سے لیں

سب سے آگے جادۂ حق میں قدم اپنا رہے
پنجۂ خورشید سے اونچا علم اپنا رہے

ماتم شبیر میں لگ جائینگے پھر چار چاند
جب نمایاں چرخ پر ہوگا یہ ماتم دار چاند

از لسان القوم مولانا صفی لکھنوی

جو داغ سبط رسالت مآب لیکے چلے | وہ تیرہ گور میں اک آفتاب لے کے چلے
اُٹھے جہاں سے تو چشم پُر آب لیکے چلے | غم ثبات بشکل حباب لیکے چلے
لحد میں ہم دل پُر اضطراب لیکے چلے | کہاں سے جان پہ اپنی عذاب لیکے چلے
جب آنکھ بند ہوئی اپنی صبح پیری میں | غم درازی شبہائے خواب لیکے چلے
ملیگا ساقی کوثر سے اُنکو جام شراب | جگر جو آتش غم سے کباب لیکے چلے

(قطعہ)

گرائے بیٹھکے بزم عزائے شہ میں جو اشک | اُٹھے تو ہاتھ میں دُرِ خوش آب لیکے چلے
یہاں جو رو دیئے تو سب ہو گئی سیہ کاری | گناہ لائے تھے دیکھو ثواب لیکے چلے
اُدھر سے دست کرم رحمت خدا کا بڑھا | اِدھر ملک مری فرد حساب لیکے چلے

(قطعہ)

پس فنا بھی گیا دل کے ساتھ داغ حسین | ولائے سبط رسالت مآب لیکے چلے
سنا جو تھا کہ لحد ہے مقام تیرہ و تار | بجائے شمع ہم اک آفتاب لیکے چلے
فدائے تشنہ دہانی حضرت عباسؑ | لب فرات تمنائے آب لیکے چلے

(قطعہ)

نشان نعش پسر ڈھونڈھتے ہیں کوئی نہ تھا | کہ ساتھ اوسے خلف بوتراب لیکے چلے
یہی کلام تھا اُنسے کوئی ملا دے ہمیں | جو داغ دیکے چلے ہیں شباب لیکے چلے
ہوئے سوار جو شہ مڑ کے بیکسی سے کہا | جلو میں کہدے شہادت رکاب لیکے چلے
غش آ رہا ہے محبان شہ کو ماتم میں | کہاں ہے خازن جنت گلاب لیکے چلے

حرم سے دیر میں لایا ہے اب صفی دیکھیں
کہاں ہمیں دل خانہ خراب لیکے چلے

باسمہٖ سبحانہٗ و لہ الحمد

الواعظ

۲۴ر فروری و یکم مارچ ۱۹۳۹ء مطابق
۳ر و ۸ محرم الحرام ۱۳۵۸ ہجری

تقاضائے وقت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی ان فطری قوتوں کو ابھار کے جنپر بہیمانہ جذبات کے پردے پڑے ہوئے تھے انسانیت کو ایک بلند سطح پر لاکر کھڑا کر دیا اور دنیا کو یہ دکھا دیا کہ یہ وہ مخلوق ہے جو تمام مخلوقات سے الگ ایک ایسی شریف نوعیت رکھتی ہے جس سے دنیا کی کوئی ہستی ٹکرا نہیں سکتی یہی ایک چیز تھی اسلام نے جسکی تبلیغ کی اور اسی وجہ سے وہ ایک مکمل دین اور تبلیغی مذہب سمجھا گیا ورنہ یوں تو اس زمانہ میں بھی جب شروع شروع اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی مذاہب کے وجود سے دنیا خالی نہ تھی اور اب بھی مختلف مذاہب اپنا اپنا راگ الاپتے رہتے ہیں لیکن اسوقت تک کسی مذہب کو مذہبی حیثیت سے تبلیغی نہیں کہا جا سکتا برخلاف اسلام کے کہ کوئی با فہم انسان اسکے اصول و فروع پر نظر کرنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تبلیغی نہیں ہے

یہی سبب تھا کہ سر زمین اسلام ہر زمانہ میں تبلیغی جد و جہد میں حسب موقع مصروف رہی مگر جو تبلیغی جد و جہد اب تک کی گئی ...... وہ تقریباً ۲۰ برس پہلے تک انفرادی کوششوں تک محدود تھی اور اسمیں شک نہیں کہ وہ کوششیں ایسی تھیں جنکے بار احسان سے مسلمان اور خصوصاً ہمارا فرقہ شیعہ سر نہیں اٹھا سکتا، لیکن با ایں ہمہ کم و بیش ایک صدی سے اجتماعیات کو نظام زندگی میں زیادہ دخل حاصل ہو گیا ہے اسلئے ضرورت تھی کہ ہماری مذہبی تبلیغ کے لئے بھی اجتماعی لائحہ عمل مرتب کیا جائے یہ چیز تمام مسلمانوں کے دماغ میں چکر کر رہی تھی اور یہ دیکھکر اسلامی دنیا بے چین تھی کہ غیروں نے باوجود غیر تبلیغی اور غیر فطری ہونیکے اپنی مسیحی جد و جہد کو اجتماعی نتیجہ میں ڈھال لیا ہے لیکن مسلمانوں کا کوئی ایسا منظم ادارہ نہیں جو مختلف مذاہب کی تاریک جد و جہد میں بجلی کیطرح تڑپے اور تمام دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دے کہ مصرعہ "از غیب بروں آید و کارے بکند" کے مصداق.

سرکار نجم العلماء مد ظلہٗ اور سر مہاراجہ صاحب مرحوم والی محمود آباد کو قلوب نے یہ بے چینی محسوس کی اور سر دست مدرسۃ الواعظین کا اجراء عمل میں لایا گیا۔ یہ وقت وہ تھا جب ہر طرف مختلف مذاہب کی تاریکیاں ظلمت آفرینی میں مصروف تھیں کہ ایکدم سے افق تبلیغ پر برق طور کیطرح پرچم تبلیغ اسلامی چمکا اور اسکی تڑپ نے دنیا کی نگاہوں کو چکا چوند کر دیا جس سے زمانہ میں ایک ہلچل پڑ گئی

مدرسۃ الواعظین کی یہ تبلیغی روشنی ہندوستان سے نکلی اور افریقہ و برما و سیام، عراق و ایران اور ممالک یورپ تک دیکھتے دیکھتے پھیل گئی۔ تقریباً ۲۰ سال کا عرصہ ہوا کہ مدرسۃ الواعظین اپنی پوری آب و تاب سے دنیا میں ضیا پاشیاں کر رہا ہے اور اتنی قلیل مدت میں جو کارنامے اسکے مبلغین نے کئے وہ اسلامی ہند کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں انھوں نے ظلمتکدۂ عالم میں سفیدۂ سحر کیطرح تاریکی کے پردوں کو چاک کیا اور آفتاب بنکر چمکے ۔

لیکن دنیا نے ان بیس سال میں ایک زبردست کروٹ لی اور حالات دیکھتے ہی دیکھتے بدل گئے۔ اب تک تو غیروں سے مقابلہ کرنا پڑتی تھی جسکی ضرورت اب بھی بہت کچھ باقی ہے مگر باوجود اسکے ہم یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتے کہ اسوقت کی ضرورتوں میں اور اس دور کے ضروریات میں ایک نمایاں فرق ہو گیا ہے مذہب اور مذہبیات کو اب سیاسی رنگ میں ڈھال دینے کی کوششیں جاری ہیں بلکہ مذہب کی خالص روحانی حیثیت نظر انداز ہوتی

جاتی ہے اور محض مادی ترقیوں کو فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھا جانے لگا ہے اس سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر مادی حیثیت سے کسی قوم کو اقتدار حاصل ہو تو اوس کی مذہبی ترقی بھی نہایت تیزی سے ہو سکتی ہے، لیکن مادی اقتدار کے فقدان میں بھی اوس مذہب کو جسمیں تبلیغی روح پورے طور پر کارفرما ہو ترقی پانا مشکل نہیں ہے آخر اسلام کو بھی ترقی یوں ہی حاصل ہوئی کہ اوسکو کوئی مادی اقتدار شروع میں حاصل نہ تھا لیکن پیغمبر اسلام کے استقلال نے دنیا کو اسلامی تعلیم کے سامنے سرنگوں کر دیا۔

لہٰذا ایسی صورت میں جبکہ خود مسلمانوں اور ہمارے فرقہ میں سیاسی رجحانات اس شدت سے پیدا ہو رہے ہیں کہ وہ ہر شرعی اور مذہبی چیز کو مادی اور سیاسی عینک ہی سے دیکھنا پسند کرنے ہمیں ضرورت ہے کہ ہمارے مبلغین اپنے علمی آلات حرب پر ایسی صیقل کریں جس سے اس سیاسی فریب کا پردہ چاک کیا جا سکے اون کو اپنی جنگ کا رُخ بدلکر موجودہ سیاسی رجحانات کو فنا کرنا چاہئیے اور بتلا دینا چاہئیے کہ پیغمبر اسلام نے جو بہتر اصول زندگی معین کیا ہے خواہ وہ منزلی ہو یا معاشرتی یا تمدنی یا اقتصادی وہی فطری ہے اور اوسی سے دنیا میں امن و فلاح حاصل ہو سکتا ہے اور یہی وہ رجحانات تھے امام حسینؑ علیہ السلام کربلا کے چٹیل میدان میں اپنی اپنے عزیز و انصار کی شہادت منظور کر کے جن کا قلع قمع کر دیا تھا۔

کیا وہ قومیت کی روح جو اسوقت تمام ممالک کا طرۂ امتیاز سمجھی جا رہی ہے اوس وقت یزیدی دور میں بنی امیہ کے اقتدار کی صورت میں موجود نہ تھی اور کیا وہ وہی قبائلی نوازی نہ تھی اور کیا وہ یہی نسلی اور ملکی امتیاز نہ تھا جو بہیمانہ خونریزیوں کی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا تھا اور کیا وہ بھی مادہ پرستی اور ملک گیری نہ تھی جس نے علیؑ و فاطمہؑ کا بھرا ہوا گھر دم بھر میں برباد کر دیا اور کیا وہ بھی انسانیت سوزیاں نہ تھیں اور کیا وہ تمدن کی ایسی ہی آرائشیں نہ تھیں جنکے ذریعہ انسانوں کا خون چوسا جا رہا تھا بیشک سب کچھ وہی تھا جو اس زمانہ میں ہو رہا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اب تہذیب کی آڑ میں یہ سب کیا جا رہا ہے اور اسوقت مذہب کے نام پر کیا جا رہا تھا وہ اخلاق سوزی جسکو یزیدی دور میں عین اخلاق سمجھا جا رہا تھا اس زمانہ میں بھی موجود ہے مگر اب اسکو معاشرتی اصلاح کا جامہ پہنا کر زرق برق بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے سب سے زیادہ خطرناک یہ بات ہے کہ دوسروں سے زیادہ اپنوں نے اب یہی شعار اختیار کر لیا ہے اور وہ مذہبی رنگ میں غیر اخلاقی اور غیر شرعی امور کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں لہٰذا قبل اسکے کہ وہ وقت آئے جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے اپنی کوششیں ہمیں ختم کر دینا چاہئیے اُسکے بعد تو اسلام کا نجم حقیقی اپنے جلووں سے دنیا کو معمور کرے ہی گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو ہی جائیگا۔

ہم یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں ہمارے واعظین پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس جدید فتنہ کو دبانے کی کوشش فرمائیں جو ہمارے ساتھ مل کے مذہب و روحانیت کو فنا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے وہاں ہماری قوم اور فرقہ کے وہ با احساس افراد جنکے دلمیں مذہبی درد اور رسول اسلام کے قائم کردہ اصول زندگی کو ناا ہلوں کے مظالم سے محفوظ رکھنے کا جذبہ موجود ہے اُنکا فرض ہے کہ اپنی اولین فرصت میں دامے درمے سخنے قدمے شیعوں کے واحد ادارۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین کو مالی زحمتوں سے نجات دینے کی طرف متوجہ ہو جائیں اور زمانہ کی اقتصادی کشمکش کیوجہ سے اُس میں جو کمی آ گئی ہے اُسکو پورا کرنے کی فکروں میں مصروف ہو جائیں تاکہ ہم اس جدید آتشکدہ کے پرستاروں کی جبین نیاز کو کعبۂ اسلام کی طرف جھکا دینے میں کامیاب ہو سکیں

مراسلات آئندہ شایع ہونگے

ہمارے پاس مختلف مقامات سے محرم نمبر کی تیاری کے بعد کچھ مراسلات آئے ہیں جو انشاء اللہ آئندہ شایع ہوں گے

(مدیر)

کچھ وہ آپ بھی پڑھیئے

الواعظ کئی سال سے مسلسل شہدائے کربلا کے مقاصد کی نشر و اشاعت میں مصروف ہے لیکن اب تک جس نوعیت سے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و انصار علیہم السلام کے حالات اور خصوصیات اور واقعہ کربلا کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے اگرچہ نہایت گرانقدر اور باعث اجر و ثواب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا کے مختلف پہلوؤں کی اشاعت میں ہمارے اہل قلم نے جو نمایاں ... انجام دی ہیں وہ شیعی تاریخ کے روشن اوراق ہیں لیکن باایں ہمہ ہمارا قصد تھا کہ اگر قلت وقت اور مالی حالات ہم کو موقع دیتے تو الواعظ کے صفحات پر واقعہ کربلا کے متعلق ایسی چیزیں درج کی جاتیں جو اب تک صرف کتابوں کے صفحات میں ودیعت ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ناچیز ایڈیٹر نے ۱۷ر جنوری سے الواعظ میں کام شروع کیا جب کہ محرم نمبر کے لئے ان چیزوں کا فراہم کرنا دفتری فرائض کے ساتھ دشوار تھا ہمارے دل میں جو جذبات خدمت دینی کے موجزن ہیں خدا کرے کہ ان کو عملی صورت دیکھنا نصیب ہو۔ ہم ارادہ کر چکے ہیں کہ انشاء اللہ زندگی ہے تو سال آئندہ تک باطل نوازیوں کے مقابلہ میں ایک ایسا مورچہ قائم کر دیں گے جو فریب کار ہاتھوں سے جنبش نہ کر سکے صرف اسکی ضرورت ہے کہ ہمدردان دین مذہب اور عارفان اصول اسلام ہم کو مالی مشکلات سے نجات دینے کی طرف متوجہ ہو جائیں، اگر خریداران الواعظ میں سے ہر شخص ہمیں ایک خریدار فراہم کر دے تو ہمارے مشکلات کا بہت کچھ دفعیہ ...... ہو سکتا ہے محرم کا زمانہ ہے جو اس خدمت دین کے لئے بہترین وقت ہے امید ہے کہ ناظرین ضرور توجہ فرمائیں گے۔

معذرت اور شکریہ

قابل صد شکریہ ہیں وہ پرخلوص اہل قلم جنھوں نے ہماری کمزور آواز کو سنکر ہمارے ساتھ ہمدردی فرمائی اور اپنے گرانقدر مضامین اور نظمیں جو زیر نظر اشاعت میں درج ہیں ہم کو عنایت فرمائے اس کا اجر ہم کیا دے سکتے ہیں بجز اسکے کہ شکریہ کے چند حرف زبان قلم سے نکل جائیں ان کا اجر اور ثواب تو پیغمبر اسلام اور ان کے اہلبیت کرام علیہم السلام کے پاس محفوظ ہے اور وہی دے بھی سکتے ہیں امید ہے کہ وہ حضرات آئندہ بھی اپنی نظر توجہ مبذول رکھیں گے۔

اسی کے ساتھ ہمیں ان حضرات سے شکایت بھی ہے جنکی خدمتیں بار بار مضامین کے لیے یاددہانی کی گئی اور انہوں نے ہماری گذارشوں پر توجہ نہیں فرمائی اب آخری کاپی محرم نمبر کی پریس جا رہی ہے آج تک انتظار کرنے کے بعد ہم اپنے دل کی آواز ان حضرات کے گوش حق نیوش تک پہونچا دینا چاہئے کہ سال آئندہ نہ بھولئے گا۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ہمیں ان حضرات کی خدمت میں معذرت کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے اپنے خلوص دینی سے الواعظ کے لئے مضامین روانہ فرمائے لیکن دیر سے پہونچنے کی وجہ سے اور چند ناگزیر اسباب کی وجہ سے بعض کو درج اخبار کرنے سے معذور رہے جنھیں ہم آئندہ اشاعتوں میں شایع کرتے رہینگے ایام عزا کا سلسلہ تو ابھی اربعین تک ہے امید ہے کہ وہ حضرات ہماری مجبوریوں کی وجہ سے معذور تصور فرمائینگے اور بددل نہ ہونگے۔

نقد و تبصرہ

واقعۂ کربلا کے مناظر

بمبئی کے حاجی نذر علی صاحب نے حال ہی میں کچھ ایسے نقشے آرٹ پیپر پر نہایت دل فروز عنوان سے طبع کرائے ہیں جنمیں واقعہ کربلا کے مناظر دکھائے گئے ہیں اس زمانہ میں جب کہ دنیا ہر واقعہ کو پیکر تصویر میں دیکھنا چاہتی ہے اور اوس سے واقعات کی اشاعت کو کافی مدد ملتی ہے ان نقشوں کا پیراہن گو مغربی ہے بھی دنیا کو مظلوم

کربلا کی "فریاد و بین" کی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنکی آواز "العطش" اب تک گنبد نیلی سے ٹکراتی رہتی ہے ان کو ایک نظر دیکھئے اور واقعات کربلا کا تصور کیجئے، عزاخانوں کی زینت بھی ہے اور رقت خیز بھی:

(۱) مسافران کربلا کا اہل عالم کو سبق۔ یہ ایک پمفلٹ ہے بڑے سائز پر جو انگریزی۔ گجراتی۔ اردو۔ اور عربی زبان میں ہے اسمیں واقعہ کربلا بیان کئے گئے ہیں قیمت ۲ر

(۲) رزمگاہ کربلا۔ یہ نقشہ پورے میدان کربلا کا ہے قیمت ۸ر

(۳) شام غریبان۔ چار صفحہ کا پمفلٹ ہے گیارویں محرم کی شب کے حالات گجراتی اور انگریزی میں درج ہیں قیمت ۸ر

(۴) دشت کربلا کے چھوٹے مسافر کا سبق۔ یہ بھی ایک عبرت انگیز مرقع ہے قیمت ۸ر

(۵) اشبِ سفینۂ نوح۔ کشتی نوح اور ایک بحر ناپیداکنار کا منظر اور اوس میں اہل بیت علیہ السلام قیمت ۴ر

(۶) مناظر کربلا بزبان انگریزی و گجراتی

واقعہ کربلا کے مناظر کے علاوہ قرآن مجید اور روضہ رسولؐ کی شبیہ بھی شائع کی گئی ہے۔

(۱) قرآن مجید یک ورقہ قیمت ۱۲ر (۲) یازدہ سورہ یکورقہ قیمت ۳ر (۳) شبیہ قبر نبویؐ قیمت ۲ر (۴) شجرہ طیبہ قیمت ۲ر (۵) یازدہ سورہ ۲۴ صفحات (۶) قرآن مجید سائز ۱/۴ صفحات ۶۰

ملنے کا پتہ:۔ محمد حسین ابن حاجی جعفر ۲۱ جیل روڈ نانا عمر کیاڑی بمبئی

اعلان

ماہانہ حجاب کے اجرا کے متعلق متعدد اخبارات میں اعلان ہوا لیکن بدنصیبی سے بعض وجوہ کی بنا پر اس رسالہ کا اجرا معرض التوا میں پڑ گیا ہے اور جن حضرات کے پاس سے روپیہ ٹکٹ آچکے ہیں انکی خدمت میں ٹکٹ اور روپیہ واپس کیا جارہا ہے

المشتہر

مینجر رسالہ حجاب لکھنؤ

نبی سے شرم نہ کچھ پاس بوتراب کیا

از جناب سید مہربان علی صاحب گوہر رضوی۔ پٹیالہ۔

سلامی شاہ نے یہ کام لاجواب کیا
ازل کے روز شہادت کا انتخاب کیا

پڑھا جب عون و محمد نے آکے رنگین رجز
یلان شام کے زہرہ تکو آب آب کیا

سبق جنھوں نے حیا کو دیا تھا پردے کا
ستم یہ ہے انھیں امت نے بے نقاب کیا

سر حسین سے کٹتا تھا راہ میں سر خرہ
جناب نے مجھے ذرہ سے آفتاب کیا

مکاں کی شان کا دارومدار در پر ہے
علیؑ کا اسلیے احمدؐ نے انتخاب کیا

ہزار و نہصد و پنجاہ و یک ہوے اعداد
حسین امام کے زخموں کا جب حساب کیا

ستم ہے مکر و دغا سے بلا کے اعدا نے
رسول پاک کا جنگل مین گھر خراب کیا

پھرایا آل کو امت نے دربدر ہے ہے
نبی سے شرم نہ کچھ پاس بوتراب کیا

یہ افتخار و شرف کچھ نہین ہے کم ای مہر
خدا نے مجھکو جو مداح بوتراب کیا

الواعظ محرم نمبر زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر

دینی و مذہبی ہمدردی فرمائیے

قطعہ

از جناب خان بہادر سید احمد علی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر پٹنہ

سرکش توئی بقبضۂ مالک فتادہ   میکش منم بساقی کوثر رسیدہ ام

تو در بوار چوں بن نعماں فتادہ   من در جوار مالک اشتر رسیدہ ام

تو با تعب بنار چو آزر فتادہ   من با ادب بخلد چو قنبر رسیدہ ام

تو از دغا و مکر فروتر فتادہ   من با صفا و صدق فراتر رسیدہ ام

تو بر زمیں چو بندۂ شیطاں فتادہ   من بر فلک چو خسرو خاور رسیدہ ام

عاجز توئی بدام منافق فتادہ   فائز منم بہ ظل ابوذر رسیدہ ام

تو در حضیض وہن چو بلعم فتادہ   من بر وصید موسیٰ جعفر رسیدہ ام

تو در بر صبیۂ اشعث فتادہ   من بر در برادر شبر رسیدہ ام

تو در جحیم پہلوے عنتر فتادہ   من در حریم فاتح خیبر رسیدہ ام

تو ساحری بہ بوتۂ زرگر فتادہ   من زائرم بروضۂ حیدر رسیدہ ام

تو بزدلی بپنجۂ حارث فتادہ   من با دلم بہ ضیغم داور رسیدہ ام

تو با مسیلمہ بہ جہنم فتادہ   من با علی بہ بزم پیمبر رسیدہ ام

غافل توئی بچاہ جہالت فتادہ   عاقل منم ببزم سخنور رسیدہ ام

بنیم کہ تو بہ قصر مذلت فتادہ   بنگر کہ من بہ رفعت منبر رسیدہ ام

مرتد توئی بوادی اسفل فتادہ
احمد منم بطارم برتر رسیدہ ام

واقعۂ کربلا اسلام کی حقانیت کا بین ثبوت ہے

نوشتہ عالیجناب حاجی محمد جعفر شریف صاحب از ممباسہ

اسلام کی حقانیت کے لئے فقط شہادت حضرت امام حسین ع ایک ایسا بےمثال ثبوت ہے کہ جسکی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں ممکن نہیں یا اس زمانہ میں جو عقل اور سائنس کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں جو یقینی طور پر اپنی حقانیت کو ثابت کر سکے مثال کے طور اگر نصاریٰ کو کہا جائے کہ حضرت عیسٰی کا وجود یقینی طور پر ثابت کرو تو اُنکے پاس ہرگز کوئی ایسی دلیل نہیں ہے سوائے اسکے کہ وہ کہیں کہ تواریخ اور بائیبل میں مذکور ہے جسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بائیبل کو یقینی طور پر آسمانی کتاب ثابت کرو ورنہ غیر عیسائی کے علاوہ خود عیسائی بھی بائیبل کو مصنوعی کتاب سمجھتے ہیں۔ پس عیسائیوں کے پاس حضرت عیسٰی کے وجود کے لئے کوئی بھی دلیل نہیں یہ ہی حال دنیا کے دوسرے مذاہب کا بھی ہے۔

توحید نبوت اور قرآن کو یقینی طور پر ثابت کرنے کے لئے واقعۂ شہادت کربلا سے زیادہ پر اثر اور قابل قبول عوام کوئی دوسری عمدہ دلیل نہیں ہو سکتی یوں تو دوسری بہت سی عقلی دلیلیں ضرور ہیں مگر عوام کے لئے پر اثر اور جلد قبول کرنے کے لائق حضرت سید الشہدا کے واقعات کے سوا ممکن نہیں ہے۔

اس مختصر مضمون میں فقط ایک دلیل پیش کرنے کے بعد اصل مطلب پر آنا چاہتا ہوں۔ بعد شہادت مظلوم کربلا جب سر منور نوک نیزہ پر نصب کیا گیا تو حلق مبارک سے اول لفظ جو نکلا وہ کلمہ الحمد للہ رب العالمین کا تھا اور اسکے بعد آپنے اس آیت کی تلاوت فرمائی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بعد شہادت یہ سب سے اول اور عظیم الشان معجزہ تھا جس سے فوج عدو میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور آپ کا یہ جگر خراش معجزہ تا قیام قیامت اسلام کے تمام ارکان اور اصول مذہب کی حقانیت کیلئے عمدہ اور اعلیٰ ثبوت باقی رہیگا۔

حمد کے اول جملہ سے آپنے اللہ جل شانہ کا وجود توحید و حمد و عدل اور معاد کا ثبوت دینے کے ساتھ آپنے دنیا کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اس طرح کہ زندہ جاوید کے لقب سے ملقب ہونا ممکنات سے ہے۔

اس معجزہ کو اگر کوئی مخالف فقط روایت ہی روایت سمجھکر اعتراض کر بیٹھے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس روایت کو یقینی طور پر سمجھنے کیلئے کربلا اور ہندوستان میں بیشمار ایسے واقعات معجزات کے طور پر ہوتے رہتے ہیں جو تواتر اور درایت کے حدود سے بھی متجاوز ہو چکے ہیں میں اس مضمون میں فقط ہندوستان کا ایک بےمثال اور عظیم الشان جگر افگار معجزہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو ہر سال اپنے وقت پر روز عاشورہ متعدد مقام پر ہوتا رہتا ہے۔ اس معجزہ کے بیان کرنے سے میرا ارادہ فقط سابق معجزات کا ثبوت دینا نہیں ہے بلکہ اس معجزہ سے دین اسلام کی حقانیت کا ثبوت بطرز جدید دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرنا ہے۔

یہ معجزہ خاک شفا کی تسبیح کا ہر سال بروز عاشورہ سرخ ہو جانیکا عدیم المثال معجزہ ہے جو ہندوستان میں ہر سال کم از کم تین یا چار مقامات پر ہوتا رہتا ہے اور تمام اقوام اس معجزہ کو دیکھکر متحیر ہو کر اشک بہا رہے ہیں۔

اب چاند یعنے قمری حساب پر اسلام بلکہ تمام اہل کتب کے تمام عبادات کے اوقات معین ہوئے ہیں۔ یہودی چاند کے حساب پر عبادات بجا لاتے ہیں اسی طرح نصاریٰ کی عبادت بھی یقینی طور پر چاند کے حساب سے ہونی چاہیئے اگرچہ اس زمانہ میں عیسائی شمسی حساب پر اوقات عبادات اور اپنے چھوٹے بڑے دن مقرر کرتے ہیں لیکن جس طرح اُنکے پاس حضرت عیسٰی کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اصلی بائیبل بھی مفقود ہے اسی طرح انکے لئے عبادات اور حقیقی اوقات عبادات بھی معدوم ہو چکے۔

فقط ذکر شمس کے بڑے دن کو لیجئے جو ۲۵ دسمبر کو زور و شور سے منائے ہیں کسقدر بےمعنی ہے جسکا کوئی ثبوت نہیں کہ ولادت حضرت عیسیٰ ۲۵ دسمبر کو ہوئی افسوس اسی کا ہے کہ علم و عقل و سائنس میں خوب عروج پر پہنچنے والے بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنیوالے

اپنی اس صریحی کذب بیانی اور حماقت کا خیال نہیں کرتے کہ ہم ہر سال دنیا کے معاذ اللہ خدا کے بیٹے کی ولادت صریحی طور پر ایک مجہولی تاریخ پیش کرتے (ENCY OPYDIABRITANICA) انسائیکلوپیڈیا برٹینکا لفظ کرسمس کو اگر ملاحظہ فرمائینگے تو پتہ چلیگا کہ فقط چار سو سال قبل سے پادریوں نے ولادت حضرت عیسٰی کا دن ۲۵ دسمبر کو معین کیا ہے ورنہ سابقہ دوسرا کوئی دن تھا۔

یہ ایک بعید از عقل بات ہے کہ دسمبر کے سخت جاڑے کے دن میں باریتعالٰی سے حضرت مریم بتول کو حکم ہو کہ بیت المقدس سے باہر جنگل میں چلی جاؤ۔ اور وہاں ایک کھجور کے درخت کے نیچے روح اللہ کی ولادت ہو۔ اصل ولادت کی سچی تاریخ اپریل کا مہینہ پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تمام مذاہب اہل کتاب اور دین اسلام میں جو تمام انبیاء نے خدا کی طرف سے دنیا کو تعلیم دی ہے تمام عبادات میں فقط چاند کے حساب پر عمل کرنیکی تعلیم دیگئی ہے۔

اسلام کے اکثر فرقے رویت پر ماہ صیام اور اعیاد اور حج کا مہینہ اور محرم کی عزاداری وغیرہ تمام اعمال بجالاتے ہیں۔ یہ خدا کی شان اور مذہب اسلام بلکہ اس فرقۂ ناجیہ اثنا عشر کی حقانیت کے ساتھ شہید اسلام حضرت امام حسینؑ کی عظمت اور سیاست کو ملاحظہ فرمایئے جو تمام شکوک کو دفع کرنے کے لئے اور تمام عبادات کا دارومدار فقط رویت ہلال پر منحصر ہونیکو فقط خاک شفا کی تسبیح کافی ہے جو روز عاشورہ سرخ ہوجانے کے باعث معجزہ سے کسیطرح نہیں کہی جاتی ہے سال بھر میں خاک شفا کی تسبیح سرخ ہوتی کا معجزہ؟ فقط ماہ محرم کی دسویں تاریخ بروز عاشورہ ہوتا ہے پس جس دن وہ معجزہ نمایاں ہوتا ہے اور خاک شفا کی تسبیح سرخ ہو جاتی ہو وہی روز عاشورہ ثابت ہوگا۔

اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ رویت ہلال پر عمل کرنیوالے کا جو عاشورہ کا دن ہوتا ہے اُسدن یہ معجزہ ہوتا ہے یا ایک دو دن پیشتر شمسی حساب سے تعلق رکھنے والی قوم کے بھی عاشورہ کے دن یہ معجزہ ہوتا جس قوم کے عاشورہ کے دن یہ معجزہ ہوتا ہے یقینی طور پر وہی حق پر ثابت ہونگے۔

اس معجزہ سے حسب ذیل تین اُمور یقینی طور پر ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) مذہب اسلام اور اسکی تعلیم اصول اور فروع کی حقانیت

(۲) امام مظلوم کی شان اور معجزات۔

(۳) تمام عبادات قمری حساب سے رویت ہلال پر واجب ہونا اور اسکے ساتھ شمسی حساب پر دو دن پیشتر روزہ یا عید یا عاشورہ کرنیوالوں کا بطلان بھی بخوبی ثابت ہوجاتا ہے۔

یہ تو فقط ایک معجزہ کی عظمت اور شان کا ذکر اس مختصر مضمون میں کیا گیا ہے اسی طرح بیشمار معجزات اور شہادت کربلا کی سیاست اور تعلیم ہے جس سے قیامت تک اسلام کی حقانیت اور بقا کیلئے کافی سے بھی زیادہ ہیں۔

ایک صوفی کامل کا عزاداری میں انہماک

اودھ کی تاریخ ماضی کا ایک ورق
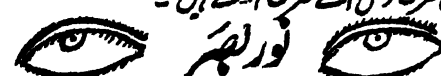
(از جناب سید محمد علی خاں صاحب لکھنوی)

مولوی سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب قدس سرہ عالم جید۔ صوفی کامل لکھنؤ میں گذرے، انکا مقبرہ عالیشان۔ مسجد مرتفع ارکان قریب ڈیوڑھی آغا میر مرحوم عقب زنانہ ذاکر خانہ واقع ہے۔ بڑی دھوم دھام سے سالانہ عرس ہوتا ہے۔ اس بزرگوار سے حسن عقیدت رکھنے والے اگر لاکھوں نہیں تو ہزارہا۔ لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ میں موجود ہیں۔ شاہ صاحب کے مرید خاص مولوی انور علی صاحب گولہ گنج میں رہتے تھے خوشنویس صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ مولوی صاحب نے اپنے مرشد کے ملفوظات موسوم تنویر الرحمٰن سے عزاداری سید الشہدا امام حسینؑ کے متعلق شاہ صاحب کی حسن عقیدت۔ منکرین و معترضین عزاداری کو ہدایت و تسلی بخش جوابات کو مختصر رسالہ میں جمع کرکے ۱۲۹۹ھ مطبع شام اودھ میں ارشاد الرحمٰن کے نام سے چھپوایا۔ جو ہمارے پاس موجود ہے۔ رسالہ مذکور کی اشاعت کو زمانہ دراز گزرا۔ حال کے نوجوان ان عقیدت مند مضامین سے بے خبر۔ زمانے کی فضا اسکے خلاف ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ ہم شاہ صاحب کا ہدایت نامہ مسلمانوں تک پہنچادیں کہ بزرگان سلف کے خیالات عزاداری کے متعلق کیسے پاک صاف تھے۔ اُنسے سبق لینا چاہیئے بیجا تعصب اور نئے نئے اختراعات سے اسلامی قوت کو مضمحل نکریں۔ ہم ارشاد الرحمٰن سے مولوی انور علی صاحب کی عبارت نقل کئے دیتے ہیں بعض بعض مقامات پر اُنکی طولانی عبارت کا خلاصہ درج کرینگے۔

افسوس کہ زمانہ کیسا کایا پلٹ ہوگیا کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے رسم و رواج و طریقہ سے نابلد ہوگئے۔

بکثرت کبیر السن مسلمانوں سے سنا جاتا تھا "ماہ محرم سے اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے"

اب اسلامی شکوہ و ہیبت کے مٹانے کی کوشش کیجاتی ہے

بر سولان بلاغ باشد و بس۔ خیر خواہ اسلام سید محمد علیخاں۔

ص۳ نمبر ا۔ شاہ صاحب روزانہ درس مثنوی مولانا روم دیا کرتے تھے۔ مگر یکم محرم سے ۱۲ ماہ مذکور تک درس موقوف۔ مصائب واقعات کربلا سنا کرتے۔ ایک دفعہ عشرہ کے دن مولوی نور اللہ صاحب جو آپکے خلیفہ تھے ذاکر مجلس سنارہے تھے اور حضرت پر کمال رقت طاری تھی۔ اپنے مرید خاص مولوی عبد المجید صاحب سے تھوڑی مٹی طلب کی جب مٹی حاضر کیگئی۔ آپنے ایک چٹکی لیکے اپنے سر ریش پر ڈالی اور کہا الحمد للہ آج ہمسے یہ سنت بھی ادا ہوئی۔ مریدین خاص نے عرض کی یہ حرکت خلاف مذہب اہلسنت اور موافق طریقہ اہل تشیع ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب امام حسینؑ شہید ہوچکے جناب ام سلمہ نے مدینہ میں رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت غمگین اور سر و ریش مبارک گرد آلود بی بی صاحبہ نے عرض کی کہ یا حضرت آپ کو کبھی اس حالت سے دنیا میں نہ دیکھا تھا۔ ارشاد ہوا کہ حسین قتل ہوئے میں نے اُنکا خون شیشے میں لیا اگر نہ لیتا تو تا قیامت زمین سے روئیدگی نہ ہوتی۔ لوگوں نے عرض کی کہ خواب کا کیا اعتبار ہے۔ جواب دیا کہ حضرت ام سلمہ کا خواب عین مشاہدہ تھا۔ جب خبر آئی تو وہی وقت شہادت کا تھا۔ محرم میں شاہ صاحب اکثر طعام لنگر حسینی منگا کر زبان پر رکھ لیتے تھے تبرک سمجھتے تھے۔ اور فرماتے کہ خداوند جل و علا نے ہر نبی کا سخت مصیبت سے امتحان لیا ہے۔ مگر امام حسینؑ پر جملہ مصائب نازل ہوئے حضرت نے بکمال صبر و تحمل قبول کئے سوائے شکر کے کوئی اور کلمہ نہیں فرمایا۔ یہ شعر حافظ کا پڑھتے تھے۔

الہا تا مسرت ہمہ لو رخند اشود
در راہ ذوالجلال چو بی سر و پا شود

ص۵ حضرت فرماتے تھے کہ شیعوں سے کبھی فضیلت صحابہ کے بارے میں گفتگو نہ کرنا چاہیئے۔ اسلئے کہ جب اُنکے سامنے نام لیا جائیگا وہ بظاہر نہیں مگر دل میں برا کہینگے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ سنی بمقابلہ جناب امیر فضیلت صحابہ ظاہر کرینگے یہ جائز نہیں ہے۔

جو حضرت اکثر کہتے تھے کہ عزاداری ہندوستان میں شوکت اسلام ہے۔

ص۸ نمبر ا حضرت شاہ صاحب مریدین سے فرماتے تھے کہ عشرہ محرم

۱۲ ماہ محرم کہ روز سوم امام مظلوم ہے اُمت رسولخدا پر لازم و احبب ہے کہ جملہ رسومات شادی وغیرہ سے احتراز کریں کیونکہ انحضرت وعلی مرتضےٰ وصدیقہ کبریٰ ائمہ طاہرین اس زمانے میں مغموم رہے ہیں -

نمبر ۲ - عدد ۹ شب عاشور شاہ صاحب نماز تہجد سے فارغ ہوکے بیٹھے تھے - نوحہ و ماتم کی آوازیں سنائی دیں - شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں مریدین نے عرض کیا کہ صبح تعزیئے اُٹھینگے شیعہ نوحہ خوانی و ماتم کر رہے ہیں حضرت موصوف نے فرمایا کہ اگر حق سبحانہ تعالےٰ نے غم حسین پر بہشت کو موقوف رکھا ہے تو شیعہ بازی جیت گئے سنی منھ دیکھکے رہ جائینگے - کسی نے عرض کی کہ یہ فعل اُنکا مکر و فریب ہے - ارشاد ہوا کہ اہل دنیا روپے پیسہ کو اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اگر اونکو حقیقی محبت و عقیدت نہ ہوتی تو کیوں اسقدر روپے اُٹھاتے نفوس پر زحمت گوارا کرتے سنیوں سے تو اتنا بھی نہیں ہوتا ہے

نمبر ۳ - ایک روز احمد حسینخان کشمیری نے عرض کی کہ تعزیہ داری کفر اور بت پرستی ہے پس حلوہ وغیرہ اُسکے سامنے رکھا ہوا کھانا حرام ہوگا - حضرت نے کشمیری مذکور سے دریافت کیا کہ مسائل فقہہ سے واقف ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ بخوبی واقف ہوں شاہ صاحب نے فرمایا کہ تصویر ذی روح کی ممانعت ہے غیر ذی روح کی ممانعت نہیں - جیسے کعبہ شریف اور مدینہ منورہ (کے نقشے) بلکہ دلائل الخیرات میں حضرت نبوی کی تربت شریف کی نقل علماء نے جائز رکھی - کشمیری مذکور نے کہا کہ روضہ امام حسینؑ تو ایک ہے - یہ لوگ تو ہزارہا تعزیے بناتے ہیں - شاہ صاحب نے کہا مسجد نبوی تو ایک ہے ہزارہا مساجد بنی ہیں اسی طرح سے تعزیئے ہیں - سب مومنین اور مسلمین مانتے ہیں کہ جہاں طہارت کے ساتھ کلام مجید درود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں نزول رحمت الٰہی ضرور ہوتی ہے جب سورہ فاتحہ اور توحید درود شریف پڑھ کے ان حضرات کو ہدیہ بخشا جاتا ہے اگر یہ حضرات اُس مقام پر نزول فرمائیں تو کیا عجب ہے - ہمارے نزدیک اُس حلوے وغیرہ کا کھانا درست ہے -

نمبر ۴ - کسی نے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ یزید پلید کی شفاعت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جواب طولانی ہے اُسکا ملخص یہ ہے کہ جب کوئی محبوب خدا پر ظلم کرتا ہے تو حق تعالےٰ اُسکے ایمان کو رد کرتا ہے جب ایمان باقی نہ رہا تو شفاعت سے نہ کام نکلے گا -

نمبر ۵ - کسی نے شاہ صاحب سے کہا کہ شیعوں نے کلمے میں علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ بڑھا دیا - شاہ صاحب نے جواب دیا کہ خطبہ فرضی میں علماء اہلسنت نے اُسمیں اسماء صحابہ داخل کئے ہیں - اس لحاظ سے شیعہ و سنی دونوں برابر ہیں -

امام حسینؑ اپنی آپ نظیر تھے

(از جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ واعظ مدرسۃ الواعظین)

اہل دنیا کی یہ عادت ہے۔ کہ جب ان کے سامنے کسی بہترین ہستی کا اہم ترین کارنامہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اپنے دل و دماغ مین اس کا اس شخص سے توازن اور تقابل کرنے لگتے ہین جس کے آگے ان کی ذہنیت سر تسلیم خم کر چکی ہو۔ چاہے ان کے ما بین کسی قسم کی نسبت یا ربط نہ ہو۔ اسلئے کہ دو شخصیتون کے درمیان تقابل اور توازن اسوقت کیاجا سکتا ہے۔ جب دونون کا موضوع مقصد اور طریق کار ایک ہو۔ لیکن جب ان کے ما بین مقاصد اور موضوع کا بھی فرق ہو۔ تو اس کے بعد انکا مقابلہ کرنا عقلمندون کا کام نہین مجھے بڑا درد ہوتا ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کے کارنامون کے مقابلہ مین دوسرے مزعومہ رہبرون کو پیش کرکے انکا تقابل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بالآخر یہی فیصلہ ہوتا ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام ان سب کے پیشرو اور حقیقی معنون مین امام تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس متبرک ہستی کے مقابلہ مین کسی نام کا پیش کرنا ہی جرم ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت آپ کے عدیم المثال کمالات آپ کے بےنظیر کارنامے تو وہ ہین جن کی مثال ان کے خاندان مین بھی نہین ملتی۔ چہ جائیکہ کسی اور معدن مین دستیاب ہو سکے آپ کے پدر عالی مقدار اور برادر نامدار اور جد بزرگوار یقیناً آپ سے درجہ مین کم نہ تھے۔ مگر انہین عملی طور پر ایسے روشن ثبوت پیش کرنے کا موقع نہین ملا۔ جیسا امام حسین علیہ السلام کو مل گیا۔ حالانکہ انکا اور امام حسین علیہ السلام کا مقصد بھی ایک تھا۔ پھر وہ لوگ جن کا مقصد ہی جدا ہو۔ ان کا نام اس میدان مین لینا جرم نہین تو اور کیا ہے۔ بعض عقیدت مند واقعہ کربلا اور جنگ روم و فارس دونون کو جہاد کی فہرست مین لاکر آپ کے مقابلہ مین صرف اس خوش اعتقادی کی بنا پر جناب خلیفہ ثانی کا نام پیش کرتے ہین۔ جو انہین موصوف سے حاصل ہے۔ اسلئے کہ ان کی نظرین جناب خلیفہ ثانی (جو درجہ کے لحاظ سے خلیفہ دوم کہے جاتے ہین۔ مگر عقیدتمندی کے لحاظ سے سب سے .... اول سمجھے جاتے ہین) وہ احکام قرآن کو منسوخ کر سکتے ہین۔ انکے جدید اور خود ساختہ احکام (اگرچہ بدعت ہی کیون نہون) اس طرح واجب العمل سمجھے جاتے ہین جیسے احکام الٰہی۔ بلکہ اگر وہ احکام الٰہی مین تغیر کر دیتے ہین۔ تو انہین بانی کہا جاتا اور اسے مایہ افتخار سمجھا جاتا ہے حالانکہ جناب عمر صاحب کے فتوح کو واقعہ ہائلہ کربلا سے دور کا بھی کوئی ربط نہین۔ مصر و روم و ایران کی لڑائیان دفاعی نہ تھین بلکہ فاتحانہ تھین ملک گیری اور دولت آوری کے غرض سے ہوئین۔ جس کی کوئی مثال عہد رسول مین نہین ملتی اور کربلا کی جنگ مین ملک و دولت یا سلطنت کا نام ونشان ہی نہین۔ مجبوراً عمل مین آتی ہے۔ جناب عمر صاحب نے دشمنون پر چڑھائی کی اور امام حسین علیہ السلام وطن سے نکالے گئے اور سفر مین محصور کر لئے گئے۔ جناب عمر صاحب نے فوجین تیار کرکے بھیجین اور امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیون کو بھی رخصت کر دیا۔ اور شب عاشور تک رخصت کرتے رہے جناب عمر صاحب میدان مین خود نہین گئے اور یہ انکی مصلحت مزاجی تھی۔ کہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ میری وجہ سے کوئی خاص انقلاب پیدا ہو جائے اور اسلامی لشکر کو کوئی نقصان پہونچ جائے۔

لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام ہر قسم کے مصائب جھیلنے اور مشکلات برداشت کرنے کے لیے خود میدان مین موجود تھے۔ اور کر کے دکھا دیا۔ جناب عمر صاحب پر اس سلسلہ مین

کبھی کوئی مصیبت نہین آئی۔ اور امام حسین علیہ السلام نے وہ مصائب برداشت کئے۔ جنکی مثال صفحۂ تاریخ پر نہین ملتی۔ جناب عمر صاحب نے کوئی قربانی خدا کی راہ مین نہین پیش کی۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے بہتر قربانیان پیش کر دین۔ اور خود بھی اسلام پر قربان ہو گئے۔ اور بہنون کو وصیت کر گئے کہ میرے بعد اپنے دلی جذبات کو اسلام پر قربان کر دینا۔ جو کچھ ...... گذرے گذار لینا۔ اور منہ سے اف نہ کرنا۔ اسی طرح بعض لوگ جناب عثمان صاحب کو شہید اسلام کہہ کر امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ مین پیش کرتے ہین۔ حالانکہ جناب عثمان صاحب اپنے گھر مین تھے اور امام حسین علیہ السلام سفر مین جناب عثمان کے برخلاف جو جرأت کی گئی وہ اس لئے کہ اکابر اہل اسلام نے انکی نا قابل انکار فرد گذاشتون کی گرفت کی۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے زہر ہلاہل تھین۔ پھر بھی نہ انکا علاج کیا گیا نہ اسکو شبہ سمجھکر اس کا ازالہ کیا جا سکا لیکن امام حسین علیہ السلام عاشور کے دن بھی پکار پکار کر فرماتے رہے۔ کہ اگر مین نے کوئی جرم کیا ہو تو بتلا دو۔ اگر مین نے اپنے جد کے مذہب کو تبدیل کیا ہو تو بتلا دو۔ اگر مین نے کسی کو اذیت پہنچائی ہو۔ یا کسی کا حق لیا ہو تو بتلا دو مگر ان تمام سوالات کا جواب صرف یہ ملتا تھا کہ ہمین آپ سے کوئی شکایت نہین البتہ آپ کے پدر بزرگوار نے اسلام کے غزوات مین ہمارے ان اجداد کو قتل کیا ہے۔ جو کافر تھے۔ ہم انکا خون بہا لیکر رہین گے۔ ایک نا فہم انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ انکے الفاظ صرف کفر کی حمایت اور اسلام کی بغاوت مین تھے ورنہ دامن عصمت پر نہ کوئی داغ لگا سکا۔ اور نہ لگا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جناب عثمان کے خون مین جن اصحاب رسول کے ہاتھ شریک تھے۔ انہین آج بھی اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن قاتلان امام حسین علیہ السلام پر اسی دن سے لعنت شروع ہو گئی۔ جسدن سے وہ اس جرم کے مرتکب ہوئے اور آج تک دوست دوشمن لعنت کرتے ہین۔ جناب عثمان صاحب کے قاتل وہ مسلمان تھے۔ جو اسلام کے دشمن نہ تھے۔ ان کی ذات کے دشمن ہو گئے تھے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل بالاتفاق دشمنان اسلام تھے۔ جناب عثمان صاحب اسلام کے کسی قانون کی حمایت مین نہین قتل ہوئے۔ اسلئے وہ شہید نہین کہے جا سکتے۔ اور امام حسین علیہ السلام صرف اسلام کی حمایت مین شہید کئے گئے۔ اس لئے وہ نہ صرف شہید بلکہ سید الشہدا تھے۔ عہد حاضر مین بعض لوگ امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ مین مسٹر گاندھی صاحب کو پیش کرکے کہتے ہین۔ کہ ان کا مقصد بھی وہی ہے۔ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا تھا۔ حالانکہ مسٹر گاندھی صاحب کو اس امام فلک مقام سے کوئی نسبت نہین۔ اسلئے کہ مسٹر گاندھی صاحب کا مقصد ہندوستان کو ہندوستانیون کے قبضہ مین لانا۔ اور انکا راج قائم کرنا ہے اور امام حسین علیہ السلام کا مقصد صرف دین حق قائم کرنا تھا انکا ملک گیری سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مسٹر گاندھی کی کوششون کا تعلق صرف ہندوستان سے ہو سکتا ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کا تعلق تمام عالم کے انسانون سے تھا۔ مسٹر گاندھی نے اپنے مددگار اور والنٹیر بڑھانے کی کوشش کی۔ امام حسین علیہ السلام اپنے مددگارون کو رخصت کرتے رہے۔ مسٹر گاندھی نے حکومت وقت کا مقابلہ کیا۔ مگر بہت نرمی سے۔ اور انہون نے کبھی کوئی ایسی صورت اختیار نہین کی۔ جو ان کے لئے ذرا بھی خطرناک ہوتی۔ لیکن امام حسین علیہ السلام مجسم خطرہ کی بھڑکتی ہوئی آگ مین کود پڑے۔ اور اپنے اعلیٰ مقاصد کے مقابلہ مین جان و مال کسی شئے کی پرواہ نہین کی۔ مسٹر گاندھی صاحب خود قوم کے لئے قربانی بن سکے اور نہ کسی کی قربانی پیش کر سکے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزند صاحب بجائے قربانی کے کبھی ہندو ہوتے ہین اور کبھی مسلمان۔ اس بہانہ سے کسب دولت کر رہے ہین۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جتنے رہگئے خواہ اولاد ہو یا برادر یا برادرزادے۔ یا احباب سب نے ایک دوسرے پر سبقت کرکے راہ خدا مین جانین دیدین۔ اور اسوقت تک امام حسین علیہ السلام کو آگے نہین بڑھنے دیا

جب تک خود نہین فنا ہوگئے۔ مسٹر گاندھی نے مجبوریان محسوس کرکے کل مطالبات کا سوال واپس لیکر جزو مطالبات کی منظوری پر سمجھوتہ کرکے حکومت کے جرم مین اپنی شمولیت منظور کرلی۔ اور ممبری قبول کرلی۔ امام حسین علیہ السلام جب تک اپنے مطالبات پوری طرح نہ منوا لیتے کبھی ایسا نہ کرتے امام حسین علیہ السلام نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیئے جو مصائب برداشت کیئے۔ انکا ایک شمہ کانگریس نے اپنی تمام عمر مین نہین برداشت کیا۔ مسٹر گاندھی ملک کے حامی ہین۔ اور امام حسین علیہ السلام دین کے حامی اور جان نثار تھے۔ مسٹر گاندھی نے بہت کوشش کی کہ ان کی ہندو نوازی افشا نہونے پائے۔ لیکن آخر افشا ہوگئی۔ اور معمولی سی کامیابی کے بعد ہی انکے اصلی مقصد یعنی ہندوستان مین ہندو راج کے قیام کی کوشش اور آثار اسلامی کی تخریب ہویدا ہونے لگی۔ جس کے بعد کسی مسلمان کو شک نہین رہا۔ کہ وہ متعصب ہندو ہین اور صرف ہندو راج کی حمایت کرنا چاہتے ہین۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کو راج پاٹ کی فکر نہ تھی۔ صرف راہ حق دکھاتے اور نجات کے راستے بتلانے کی فکر تھی۔ خواہ وہ اسوقت کسی مذہب کے نام سے موسوم ہون۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی غیر متعصبانہ حق پرستانہ طرز عمل کو دیکھکر عاشور کے دن نصرانیون نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ پر قربان ہوگئے۔ اگر آپ کے دلمین تعصب ہوتا۔ تو یہ نہ فرماتے۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ تاکہ باقی زندگی دور دراز مقامات مین جاکر گذاردون۔ حالانکہ آپکو معلوم تھا۔ کہ ان مقامات پر سلام تو کا وجود نہین ..... اور اسلام کا نام و نشان بھی نہین لہذا یہ تسلیم کیئے بغیر کوئی چارہ نہین کہ دنیا جنہین اپنا لیڈر یا رہبر سمجھتی ہے ان کی راہین اور ہین۔ اور امام حسین علیہ السلام کی راہ اور تھی۔ ان کے مقاصد اور ہین اور امام حسین کا مقصد اور ہے۔ آپکا مقصد وہی کچھ تھا۔ جو انبیاء مرسلین کا مقصد تھا۔ جو سرور کائنات کا مقصد تھا۔ جو آپکے پدر بزرگوار کا مقصد تھا۔ جو آپکے برادر نامدار کا مقصد تھا۔ البتہ آپ نے اسلام کو اتنا کامیاب کر دیا۔ جتنا آپ سے پہلے کسی نے کامیاب نہیں کیا اسلئے یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ امام حسین اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔

ساری دنیا گونج اٹھی ماتم شبیر سے

از جناب محترمہ شمس بانو صاحبہ برادر زادی جناب سید نصرت علی صاحب نصرت

آہ کتنی دشمنی تھی صاحب تطہیر سے
پھر گئی دنیا کی دنیا حضرت شبیر سے

شاہ دین اس درد سے روئے کہ دشمن رو دیئے
منقلب ہاتھون پہ بچہ ہوگیا جب تیر سے

یاد اصغر مین جو بانو روتی تھی پچھلے پہر
حشر ہو جاتا تھا برپا نالۂ شب گیر سے

آکے زینب نے سنبھالا لاشۂ گرئیل جوان
ناتوانی سے نہ سنبھلی لاش جب شبیر سے

دفن نعش شہ مین عابد کو بڑی دقت ہوی
پارہ پارہ تن تھا سارا نیزہ و شمشیر سے

آمری گودی مین آجا مین ترے قربان ہون
کہتی تھی بالی سکینہ لاشۂ بے شیر سے

پانی لیجانے نہ پائے آہ عباس جری
چھد گئی مشک سکینہ ناوک بے پیر سے

کیون خبر لیتے نہین بابا وہ الفت کیا ہوئی
روکے کہتی تھی سکینہ یہ سر شبیر سے

اور کیا ہوتا اثر مظلومیت کا دہر مین
ساری دنیا گونج اٹھی ماتم شبیر سے

ہم گنہگارون کی بخشش کی کوئی صورت نہ تھی
مل گیا مولیٰ علیؑ سا خوبی تقدیر سے

آرزو یہ ہے کہ دیکھون مین بہار کربلا
ہے مگر مجبور بانو شومی تقدیر سے

شجاعت کے اقسام اور حضرت عباس علیہ السلام

از جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی صدر الافاضل

اس میں کوئی شک نہیں کہ جسطرح انسان کی مادی تشکیل کے لئے، آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی ضروری ہے اوسیطرح تکمیل روحانیت کا انحصار بھی، حکمت۔ عدالت۔ عفت۔ شجاعت ہی جیسے ملکات فاضلہ کے محدود دائرہ مین ہے یعنی جسطرح عناصر اربعہ پر انسان کی خلقت اور اوسکے عالم وجود میں آنے کا دارومدار ہے اوسی طرح انسان اپنے انسان بننے میں انھیں ملکات فاضلہ اربعہ کا محتاج ہے اور انھین صفات حسنہ سے متصف ہونے میں اوسکی انسانیت کی تکمیل کا راز مضمر اور مستتر ہے چونکہ ہم کو اس وقت صفت شجاعت سے بحث کرنی ہے اسلئے ہم سر دست بقیہ صفات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ صفت جو انسانیت کی روح روان ہے اور جو انسان کے لئے طرہ امتیاز ہے اوسکی نمایاں قسمین کتنی ہیں اوس کے بعد ہم یہ واضح کرینگے کہ کربلا کا وفادار مجاہد امام حسین کا بے نظیر بھائی حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی چند گھنٹوں والی جنگ میں ان اقسام شجاعت کی اعلیٰ ترین صورت موجود تھی

شجاعت کے اقسام

علامہ ابو منصور ثعالبی اپنی کتاب فقہ اللغۃ ج ۱ ص ۲۴ طبع مصر میں لکھتے ہیں کہ شجاعت جو انسانیت کا ایک جزو اعظم ہے اوسکی نمایاں قسمیں صرف گیارہ ہیں اذا کان شدید القلب رابط الجاش فھو من ہر (۱) جو بہادر میدان جنگ میں نہایت بے جگری سے لڑنے والا ہو پہلو میں نہایت ہی قوی اور مضبوط دل رکھتا ہو۔ یعنی اوس کا قلب اتنا مضبوط ہو کہ میمنہ و میسرہ اور مقلب لشکر کے فنا کر دینے کی اوس میں اچھی خاصی جرأت موجود ہو تو اوس کو مزبر کہتے ہیں۔ اذا کان لزومًا للقرن لایفارقہ فھو حابس (۲) اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اوس کے قصہ وجود کو پاک کئے بغیر چین نہ لے اوسکو حلبس کہتے ہیں۔ اذا کان شدید القتال لزومًا لمن طالبہ فھو غلث (۳) جو شخص اپنے دشمن سے بھڑنے کے بعد اوسکو بغیر قتل کئے ہوئے اوس کا پیچھا نہ چھوڑے اوسکو غلث کہتے ہیں اذا کان جریًا علی اللیل فھو مخش و مخشف (۴) جو رات میں بھی جنگ آزمائی پر دلیری کے ساتھ تیار ہو اوس کو مخش مخشف کہتے ہیں اذا کان مقدامًا علی الحرب عالمًا باحوالہا فھو مجرب (۵) جو فنون جنگ سے واقف اور بڑھ بڑھ کے حملے کرنے والا ہو اوس کو مجرب کہتے ہیں " اذا کان منکرًا شدیدًا فھو ذمر (۶) جو بہادر بڑے بڑے پہلوانوں کے دانت کھٹے کر دے اوسکو ذمر کہتے ہیں، اذا کان یہ عبوس الشجاعۃ والغضب فھو باسل (۷) جس کے ماتھے پر شجاعت کی شکن اور رگوں میں بہادری کے غصہ کا خون دوڑا ہوا ہو اوس کو باسل کہتے ہیں۔

عبوس اور عباس کی لغوی تحقیق

ان دونوں لفظوں کے معنی " زیادہ ترش رو " کے ہیں صاحب المنجد لکھتے ہیں (۱) العبوس والعباس الکثیر العبوس وھما من سماء الاسد (۲) راجہ راجیشور راؤ اصغر بن راجہ امانت راؤ اپنی کتاب افسر اللغات طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ھ کے ص ۴۲ پر لکھتے ہیں عباس اسم زند علی مرتضیٰ بمعنی شیر درندہ و مرد پہلوان " لغات سعیدی مصنفہ مولوی عبد العزیز ابن محمد سعید ص ۳۵۶ طبع کانپور ۱۳۰۹ھ میں ہے " عباس شیر درندہ " ترش رو، نام حضور سرور عالم کے چچا اور حضرت علی کے ایک بیٹے کا " انتہی (۴) غیاث اللغات فصل عین مع الباء ص ۳۱۲ طبع لکھنؤ میں ہے " عباس بالفتح و تشدید ثانی بمعنی شیر درندہ ۔ ترش رو ۔ نام عم

پیغمبر کہ خلفاء عباسیہ منسوب باو ہستند و نام فرزند علی کرم اللہ وجہہ
از زوجہ میرا کہ بعد وفات حضرت فاطمہ بنکاح او در وہ بودند
کیا لکھنا اوس بہادر کا جس کے نام میں شجاعت جسکے دل میں
شجاعت جسکے رگوں میں شجاعت کا خون دوڑا ہو جس کا باپ
شجاع جس کا بھائی شجاع غرضکہ جس کا سارا خاندان شجاع۔
ماں کی طرف سے دیکھئے تو سب بہادر۔ باپ کی طرف سے دیکھئے تو سب عظیم
غرضکہ علامہ ثعالبی لکھتے ہیں کہ "اذا کان لا یدری
من این یؤتی لشدۃ باسہ فھو بھمۃ" جس بہادر کے متعلق اوسکی بہادری کیوجہ سے
یہ نہ سمجھ میں آئے کہ اس پر کسطرف سے حملہ کرکے زیر کرنا چاہیئے
اوسکو بھمہ کہتے ہیں "اذا کان یبطل الاشداء والدماء فلا یدرک
عندہ ثار فھو بطل" جو بڑے بڑے بہادر اور خونخوار کے جی چھڑا دے
(اور جو بھی سامنے آجائے اوس کو کسی خونبہا کا موقع نہ دے)
اوسے بطل کہتے ہیں "اذا کان یرکب راسہ لا یثنیہ شیٔ عما
یرید فھو غشمشم" اپنے سر کو ہتیلی پر لیکر جنگ کرنے اور حصول مقصد
کیلئے اسطرح جنگ آزما ہو کہ اوس کو کوئی قوت اوسکے ارادہ سے
باز رکھنے میں کامیاب نہ ہوسکے اوس کو غشمشم کہتے ہیں۔
"اذا کان لا ینحاش لشیٔ فھو ایھم" جو بہادر
نبرد آزمائی میں کسی چیز کی پرواہ نہ کرتا ہو اوس کو ایھم کہتے ہیں

کیا عباس بن علیؑ شجاعت کی تمام صورتوں سے متصف تھے

میں حیران ہوں کہ مملکت شجاعت کے بے مثل اور عظیم المرتبہ بادشاہ
کی شجاعت کا نقشہ کن لفظوں میں کھینچوں جس کی جلالت شان سے بڑے
بڑے نامی پہلوان بید کی طرح لرزہ بر اندام ہوجایا کرتے تھے اور
زبردست نبرد آزما سورماؤں کے دل دہلنے لگتے تھے اللہ رے
علیؑ کی شان والے بہادر سچ ہے تیری ہی ضرب میں ضربت علویہ
کی جھلک تھی جس کی ہیبت سے فیلتن پہلوان بودوں کیطرح بھاگنے
لگتے تھے ؏
"ھذا الشجاع ھو الذی من باسہ خوف الکماۃ فرار کل جبان"

ذکر العباس مؤلفہ حقیر کو دیکھنے کے بعد اس بات کا صاف صاف پتہ
چل سکتا ہے کہ حضرت عباس علمبردار کی زندگی کا ہر واقعہ آپ کی
کمال شجاعت کا شاہد اعظم ہے۔ اخبار کے صفحات کی تنگی مجھے مجبور کرتی
ہے کہ میں حضرت عباسؑ کی شجاعت کو تمام اصناف شجاعت پر منطبق
کرنے میں صرف اشارات ہی سے کام لوں اسلیئے عرض کرتا ہوں کہ "
حضرت عباس کا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ اسطرح روح رواں
بن کر رہنا کہ حضرت کا پورا پورا اعتماد آپ ہی کی شجاعت آگین
ذات پر ہو اور حسینؑ یہ کہتے ہوئے دکھلائی دیں کہ اے اسد اللہ کے
شیر تیرے ہی وجود پر ہمارے لشکر کا وجود ہے اس سے حضرت عباسؑ کے
مزیرہ ہونے کا کامل ثبوت ملتا ہے کیا کہنا اوس بہادر کا جس کو حسینؑ
جیسا بہادر شجاع سمجھے مقتل عوام۔ مارد ابن صدیف سے بے نظیر
جنگ کرنا آپ کے حلبس۔ غلث۔ مجرب ہونے کا پتہ دیتا ہے نور العین فی
مشہد الحسین ص ۳۸ تا ص ۴۱ طبع مصر۔ آٹھویں محرم الحرام کو تیس سوار
اور بیس پیدل کو ہمراہ لیکر دریائے فرات پر جانا اور جنگ آزمائی کے
بعد پانی لانا "ماتین ص ۳۱۵ لہوف ص ۴۶ تاریخ اعثم کوفی ص ۲۶۶"
یہ آپ کے مخش اور مختف ہونے پر دال ہے۔ کربلا کے ہولناک اور
حشر آفریں میدان میں عاشور کے دن نہایت بے جگری سے جنگ کرنا
اور لاکھوں کو قتل کرنا۔ اپنے ہاتھ کٹوا لینا۔ بحار الانوار۔ نور العین۔
ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۹" اس بات کو بتاتا ہے کہ آپ کامل فرا اور
بہل تھے " اکثر انصار و اعوان کی نصرت کو جانا اور بے پناہ
اور دلیری کیساتھ جنگ کرنا آپ کے بہمہ ہونے کا شاہد ہے ریاض الشہادت
سینکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کرکے نہر سے پانی بھر لینا اور کسی دشمن
کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خیمہ کی طرف برابر بڑھتے چلے جانا
(العباس العین تاریخ وغیرہ) آپ کے بطل غشمشم۔ ایھم ہونے کی
کھلی ہوئی دلیل ہے۔ ہمارے اس مختصر بیان اور ادنی اشاروں سے
اس بات کا ایک حد تک اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ حسینؑ کا بہادر اسد اللہ
کا شیر۔ فاطمہؑ کا چہیتا شجاعت کے کن اعلیٰ منازل پر فائز تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ حضرت عباسؑ شجاعت میں علیؑ کی جیتی جاگتی تصویر تھے

عزاداری میں اصلاحی خیالات نقصان رساں ہیں

از جناب مولانا عینی شاہ صاحب نظامی حیدرآباد دکن

دنیا ترقی کرتی جارہی ہے۔ کل کی دنیا آج رہی نہین اور آج کی کل نہ رہے گی۔ ٹرامین رہے نہین تو جھٹکے اور یکے نکلے۔ یہ کم ہوتے گئے اور وکٹوریا فٹن آنکلے۔ انکی جگہہ سائیکل اور موٹر سائیکل نے لی اور پھر موٹر نے ان سبکو بے ڈکار ہضم کرلیا۔ ہماری دنیا ترقی کے ہر شعبہ مین ہمارے دادے پر دادے کی دنیا سے دو گز چار گز نہین بلکہ میل در میل آگے نکل گئی ہے۔ مادیات کی ترقی کے پہلو بہ پہلو ہماری روحانیات بھی ترقی کرتی جارہی ہین۔ بلکہ ہم اپنے مذہب اور ملت کو بھی ترقی یافتہ دنیا کے برابر بنانے کی سعی مین لگے ہوئے ہین۔ ہمین وہ اپنے باپ دادے کے زمانہ کی نذر نیاز دلانا دو بھر ہورہا ہے، ہمارے گھرون مین اپنے بزرگون کی سی محفلین مجلسین اور فاتحہ درود اب کہان۔ کیونکہ یہ باتین یورپ زدہ مسلمانون کے نزدیک فضول اور لغو ہین۔

ہم مسلمانون مین آج بھی دو تقریبین اپنے اعجاز یا کرامت سے باقی رہ گئین۔ ایک تو اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریب میلاد اور دوسری آپ کے پیارے نواسے سید الشہداء امام الہمام ابو عبد الحسین علیہ السلام کی مجالس عزا۔ مگر ان بچی کھچی دونون یادگارون کے پیچھے لوگ ہاتھ دھو کر پڑے ہین اور چاہتے ہین کہ یہ بند ہو جائین۔ محافل میلاد ہون کہ مجالس عزا انکے مٹانے کی سعی کرنے والے صرف وہابی تھے اور آج بھی وہی ہین۔ انکے اعتراضات یہ ہین کہ تعین یوم کیون انعقاد محافل کیون؟ سال سال ان کی یادگار منانی کیون؟ وہ کیون اور یہ کیون؟ غرض یہ کہ اس کیون کے بندون نے انکی یہ کیون اور وہ کیون سے دم ناک مین کر رکھا ہے۔ یہ تھے سو تھے اب ہمارے چند یورپ زدہ نوجوان بھی میلاد ہو کہ مجالس عزا دونون مین اصلاح طلب امور کا علم اٹھائے وہابیون کے دوش بدوش نہ سہی انکے قریب قریب آرہے ہین۔

حال ہی مین بعض اخبارون کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ہماری شیعہ برادری کے ترقی یافتہ اور تعلیم پائے ہوئے نوجوانون نے "مجالس عزا" کے اصلاح نامے شائع کئے ہین کہ ان مجلسون مین سوائے "بین" کے "شور حسین حسین" کے اور "گریہ وزاری" کے اور کیا ہورہا ہے۔ ذاکر بیان کرتے ہین تو صرف درد ناک واقعات اور مرثیہ خوان سناتے ہین تو کربلا کے دلگداز مظالم۔ جن کا نتیجہ رونے رلانے کے سوائے اور کیا ہوگا۔ ہمارے ذاکرین اور علماء کو چاہئے کہ "اسوۂ حسینی" "استقامت حسینی" "جان نثاری"، "سرفروشی۔ باطل کشی اور حق پرستی" کے درس سکھائین وغیرہ وغیرہ۔

مین اپنے ان بھائیون کے ان مفید اور اصلاح کن مشورون کی تائید کرتے ہوئے بھی اتنا یہ عرض کرون گا کہ مجالس عزا مین اتفاقیہ طور پر مجھے بھی جانا ہوتا تھا مین نے بھی ان مجلسون مین جو بھی دیکھا وہ بھی دیکھا جو میرے ترقی یافتہ بھائیون کا بیان ہے۔ کہ ہر جگہ آہ وزاری، ہر مجلس مین "ہائے حسینؑ وائے حسینؑ"، اور ہر امام باڑہ مین "گریہ و بین"، مگر پھر بھی مجھے انہی مجالس سے ایک دلی انس ہو گیا اور انہی گریہ وزاریون مین مجھے حسینؑ کی اصلی تصویر نظر آنے لگی اور انہی حسینؑ حسینؑ کی صداؤن نے میری بصیرت کے سامنے اسوۂ حسینی اور اسکے ہر پہلو سے پیش کر دیا اور آج مین اسی رونے رلانے والی مجلسون کو بہترین

تبلیغی مشن شہید کربلا کا تصور کرتا ہون بلکہ اسلام کی سب سے بڑی اور خاموش مبلغ مانتا ہون اور اسی ہائے وائے سے گم کردہ راہ راہ پر آرہے ہین اور بیگانے یگانے ہوتے جارہے ہین۔ کیونکہ عوام کے جذبات اسی ماتم زنی اور گریہ وزاری سے متاثر ہوتے ہین۔ عوام کو نہ اسوۂ حسنی متاثر کر سکتی ہے اور نہ حق وباطل مین فرق بتانے والی تقریرین اونکو راہ پر لاسکتی ہین۔ اگر عوام کو کوئی چیز متاثر کر سکتی ہے اور اونکے دلون کو حسین "کی طرف مائل کر سکتی ہے تو یہی نوحہ خوانیاں اور یہی آہ وزاریان ہین۔

جب آنحضرتؐ روحی فداہ دنیا مین تھے اور حسینؑ آپکی گودیون مین کھیل رہے تھے اوسوقت حضرت جبرئیل نے اور دیگر ملائکہ نے شہادت حسینؑ کی خبرین باربار آپ کی خدمت مین پہونچائین تو کیا ان فرشتون نے اسوۂ حسینی کو بھی بیان کیا تھا یا محض حسین کے بے آب ودانہ قتل ہونے کا ذکر کیا تھا۔ کیا آنحضرتؐ اور آپ کے یار وانصار نے حسینؑ کی اس بیکسی اور مظلومی پر رویا تھا یا اسوۂ حسینی بیان کرنے کے لئے آنحضرت کو تکلیف دی تھی۔ جب آج کی مجالس عزا ہماری نگاہون مین کھٹک رہی ہین توچاہیے کہ آنحضرت کی زندگی مین آپ نے ترین مرتبہ اپنے حسین کی ہونے والی شہادت کو بیان کرکے جو زیار رلایا تھا وہ بھی معاذ اللہ ہمین کھٹکنے لگے گی۔

میرے بعض احباب جو اس گفتگو کے وقت موجود تھے فرمانے لگے کیا سال کے سال حسینؑ مظلوم پر رونا اچھا ہے مین نے عرض کیا۔ انسان درد کا پتلا ہے۔ انسان کے پہلو مین دل اور دل مین درد ہے۔ ذراسی خلش ہوئی کہ درد اوٹھنے لگا اور آنسو نکل پڑے۔ ذراسی بات پر رو پڑے۔ بھلا رونا دھونا یا ہنسنا بولنا کسی قانون کے تحت آسکتا ہے انسان دنیا مین قدم رکھتے کے رکھتے ہی ہائین ہائین رونے لگتا ہے طفلی مین بات بات پر رو پڑتا ہے۔ مدرسہ جانے پر روتا ہے۔ یابند کئے جانے پر روتا ہے۔ جوانی مین کسی کو دل دے کر ہائے ہائے کرتے راتدن روتے رہتا ہے۔ بیماری مین روتا ہے۔ بڑھاپے مین گناہون کو یاد کرکے روتا ہے اور قبر مین جاتے ہوئے روتا ہے۔ گویا آتے ہوئے روتا اور جاتے ہوئے روتا اور دنیا مین جتنے دن رہتا ہے روتے ہوئے بسر کرتا ہے۔ ہزارون جوان مرگی پر روتے ہین۔ ہزارون شیرخوارون کی موت پر روتے ہین۔ ہزارون اپنے عزیز اقارب کی بے وقت موت پر روتے ہین اور ہزارون بھوک پیاس پر روتے ہین اور ہزارون اپنی بیکسی اور بے بسی پر روتے ہین۔ رونا انسان کے دل کو ہلکا کر دیتا ہے۔ رونے کے بعد انسان کی بھڑاس نکل جاتی ہے۔ انسان نہ روئے تو کیا پتھر رویا کرتے ہین۔

میرے نوجوان مصلحان قوم وملت تمھین اوسی حسینؑ کے سر کی قسم سچ بتانا۔ کہ زینبؑ ہون یا کلثومؑ۔ بانو ہون کہ امّ لیلیٰ۔ قاسم ہون کہ علی اکبرؑ۔ حسینؑ ہون کہ عباس۔ یہ بھی شب عاشور روئے تھے کہ نہین۔ یوم عاشور روئے تھے کہ نہین۔ عابد بیمار عمر بھر روتے رہے تھے کہ نہین زینب وکلثوم تادم آخر روتی تھین کہ نہین۔ جب پیغمبر روئے۔ علیؑ روئے۔ فاطمہؑ روئین۔ زینبؑ روئین۔ عابد روئے۔ عباس روئے اور خود حسینؑ روئے تو ہم روئین کیون نہین۔ وہ روئے تھے اسلئے ہم رویا کرتے ہین۔

رونا اچھا نہ ہوتا تو پیغمبرؐ نہ روتے۔ علیؑ نہ روتے فاطمہؑ نہ روتین اور حسینؑ جیسا بہادر نہ رویا ہوتا۔ دور کیون جائیگا قرآن بھی رونے کی تعریف کررہا ہے۔ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اعینھم تفیض من الدمع صحابہ اپنی ناداری وعدم استطاعت خیر خیرات پر روتے ہین واعینھم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ما ینفقون۔ حضرت آدم چالیس سال روئے۔ حضرت خلیل برسون روئے۔ حضرت یعقوبؑ فرزند کی یاد مین روئے۔ حضرت ایوبؑ اپنی بیماری پر روئے اور حضرت یونسؑ وہان ماہی مین روتے رہے۔ کوئی کسی کے لئے اور کوئی کسی

بات کے لئے روئے اور خود ہمارے آقا حضور ختمی مرتبت
بھی روئے کبھی خدا کی یاد مین روتے رہے۔ کبھی امت کے
واسطے روتے رہے۔ کبھی اپنے بعد اپنی آل کی حالت کا
اندازہ فرماتے ہوئے۔ کبھی حمزہؓ کے لئے روئے اور کبھی حسین
کی آنے والی شہادت پر روئے۔ ہم بھی حسین کے لئے روئیں
تو بُرا کیا ہوا۔

ابن ابی شیبہ۔ عبد الرزاق اور ابن منصور سیدنا علیؑ
سے راوی ہین کہ ایک دن آنحضرتؐ روتے روتے بیتاب
ہو رہے تھے دریافت پر فرمایا کہ جب سے حسینؑ کے شہید
ہونے کی خبر ملی ہے ہزار روکتا ہون رونا رکتا نہین۔

بیہقی۔ ابونعیم اور ترمذی حضرت ام سلمہؓ سے راوی ہین
کہ میرے حجرہ مین آنحضرت حسینؑ کو گود مین لئے بیٹھے رو رہے
تھے مین نے کہا خیر تو ہے فرمایا کہ میرے بعد لوگ میرے اس
حسین کو پیاسا قتل کرین گے۔ یاد کرتا ہون اور رو رہا ہون

ترمذی۔ حاکم اور احمد حضرت ام سلمہؓ سے راوی ہین کہ ایک دن
مین نے دیکھا کہ آنحضرت حسینؑ کو پیار پر پیار کرتے جا رہے
ہین اور روتے جا رہے ہین مین نے عرض کیا خدا خیر کرے
کیا بات ہے فرمایا میرے حسینؑ کو لوگ کربلا مین قتل کرین گے
یہ مٹی وہی ہے اوسکو سونگھ رہا ہون اور رو رہا ہون۔ وہ
مٹی مجھے مرحمت فرمائی اور کہا جس دن یہ مٹی خون ہو گی
اوس دن حسین مارا جائیگا۔

سیدۂ عالمین فاطمۂ زہرا اپنی زندگی بھر روتی رہین۔
سیدنا علیؑ کربلا پر پہونچے اور قریہ کا نام دریافت کیا جب
لوگون نے کہا یہ کربلا ہے تو اتنا روئے کہ آپ کی ریش اقدس
تر ہو گئی۔

حسین پر رونے والے انسان ہی نہین بلکہ آسمان
و زمین خون روئے۔ آفتاب کا کسوف تین دن رہا۔ آسمان
چھ مہینے تک سرخ ہو رہا۔ ستارے ٹوٹ پڑنے لگے۔ اجنہ

بھی تھے اور یہ ماتم کئے دنون تک ہوتا رہا۔ کیا حسینؑ کے لئے
ماتم کرنا اور سیاہ پوش ہونا ہی ہمارے علماء کے عندیہ مین بدعت

روئے اور مرثیے پڑھے۔ سارے انبیاء روئے اولیاء روئے اور
اصفیاء روئے بلکہ بروایت صحیح ستر ہزار فرشتے قبر امام ہمام
پر بیٹھے ہوئے آپ پر صلوات پڑھتے ہین اور آپ پر روتے
ہین۔ اور حضرت جبرئیل نے آنحضرت سے فرمایا بھی تو ہے
کہ ہر سال آپ کی امت حسینؑ کا غم تازہ کرتی رہی گی اور
ہر سال اون کی عزاداری مین مصروف ہو گی۔ پھر یہ امت
بجائے گریہ و ماتم حسینؑ کے اور کیا کر سکتی ہے؟۔

یہی مرثیہ خوانی اور ماتم زنی۔ یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ خود
آنحضرتؐ پر صحابہ نے مرثیے کہے اور روئے۔ حضرت فاطمہؓ اور
حضرت عائشہ وفات پیغمبر پر زار زار روتی تھین اور اپنا سر
پیٹ رہی تھین۔ جنگ احد مین جب دشمنون کی اڑائی ہوئی
خبر شہادت ختمی مرتبت مدینہ پہونچی تھی سیدۂ عالمین مدینہ
سے احد تک زاری کنان سر پیٹتی ہوئی گئین۔ خود قرآن مجید
مین حضرت سارہ کا منہ پیٹنا فصکّت وجہہا کے الفاظ مین
موجود ہے۔

محرم کی سیاہ پوشی بھی بعض کی آنکھون مین خار مغیلان
بنکر کھٹکا کرتی ہے مگر حاکم نے مستدرک جلد سوم مین حضرت
عبد اللہ بن جعفر سے روایت کی کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت
پر بنی ہاشم مہینہ بھر سیاہ پوش رہے اور ہماری عورتین ایک مہینہ
اونکا ماتم کرتی رہین اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی
ہے کہ لوگ امام حسنؑ کی شہادت پر کئی دن ماتم کرتے رہے اور
بازار بند رہے تھے۔ اور جس روز جناب امیر المومنین کی شہادت
ہوئی اوس دن جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام
کے سرہائے مقدس پر سیاہ عمامے تھے۔

دور کیون جایئے مصطفےٰ کمال پاشا کی وفات پر ہندوستان
کے بڑے بڑے شہرون مین جلوس نکالے گئے جن کے ساتھ
سیاہ علم تھے اور اکثر جلوسی سیاہ پوش رہے اور جو سیاہ ٹوپی
یا سیاہ شیروانی پہن نہ سکے اون کے بازوؤن پر سیاہ بیاجیں تھے

ہے۔ یوم محمد علی۔ یوم اقبال۔ یوم گاندھی منانا جائز۔ اور
یوم حسین منانا ہی کفر اور بدعت ہے؟۔

فلسفۂ شہادت

از جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ - مراد آباد

نیکی اور بدی کا مفہوم ایسا اجنبی نہیں کہ محتاج تعارف ہو - ہر شخص اپنے ذہن میں اگر صحیح تعریف نہیں تو کم از کم ان نتائج کو تو ضرور ہی لیے ہوئے ہے جو نیکی اور بدی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ازل سے انسانی فطرت نیکی کی طرف مائل اور بدی سے متنفر ہے دنیا کے بیشمار تجربے ہر زمانہ میں ان کی حدود پر روشنی ڈالتے رہے ہیں عقل انسانی انکے حقیقی فلسفہ کو مختلف طریقوں سے سمجھاتی رہی ہے پھر بھی نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بدی کا وجود دنیا سے ناپید نہیں ہوا بلکہ وہ انسانی جذبات وخیالات پر اس حد تک اپنا قدم جمائے ہوئے کہ اکثر اوقات نیکی کو اس کے حدود عمل میں قدم رکھنے کا موقع نہیں ملتا -

نیکی میں دلاویزی ہے لیکن بدی کی قوت جاذبہ بھی سے انکار نہیں کیا جاسکتا شاید یہ کہنا بیکار ہو کہ اسکے مالک محروسہ نیکی کی قلمرو سے کہیں زیادہ ہیں نیکی خموشی کا ایک رکن ہے جو نہایت سنجیدگی اور متانت سے دنیا میں اپنا کام چلانا چاہتی ہے برخلاف اسکے بدی کے ساتھ ایک ایسا ہڑبونگی لشکر ہے جو ڈھول بجاتا علی غیاڑہ مچاتا اپنی مدح وستایش کے راگ گاتا اس طرح انسانی دل ودماغ پر چھا جاتا ہے کہ عقل وہوش وہاں سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں - یہ مانا کہ نیکی کو آخر میں ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا ہے لیکن بہت سی خرابی کے بعد،

ایک مغربی فلاسفر کہتا ہے ،، ابتداے آفرینش سے آج تک دنیا کے مذاہب اپنے وعد ووعید کے ساتھ بدی کی بیخ کنی میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آئے ہیں لیکن نہ آج تک کامیابی ہوئی اور نہ ہونے کی امید - انتہائی کامیابی کے بعد اگر ایک گوشہ کو خالی کیا جاتا ہے تو دوسرا گوشہ اس سے بھر جاتا ہے یہ وہ خوفناک بھوت ہے جسکے مقابل نہ صحف آسمانی ہی پیش کیجا سکتی ہیں نہ دیگر مذہبی پیشوا مذاہب عالم کی بیشمار قربانیاں اسی کشمکش کی نذر ہو چکیں لیکن نتیجہ ہیچ - بدی کا وجود جس طرح دنیا میں تھا آج تک ہے ایسی صورت میں مذہب اور اہل مذہب کا کوئی احترام ہماری نظر میں باقی نہیں رہتا - انھوں نے کوئی ایسا نیا کام کرکے نہیں دکھایا جس سے انکی عظمت ہمارے ایمان کا جزو بن جاوے اس دشمن مذہب فلاسفر نے اپنے انتہائی تعصب سے کام لیا ہے اور بہت سی چیزوں کو چھوڑ کر ایک بیچارے مذہب ہی کو تیر ملامت کا نشانہ بنا دیا ہے - کوئی اس سے پوچھے کہ مذہب کے ساتھ کیا ملکی قوانین، تمدنی اور معاشرتی آئین بلکہ خود انسانی فطرت ہمیشہ سے بدی کی بیخکنی میں ساعی نہیں - اگر یہ سب چیزیں ہیں اور یقینا ہیں تو کیا یہ انصاف کا خون نہیں کیا گیا اور سب کو چھوڑ کر مذہب کی گردن دبالی - اگر مذہب کا احترام اس بنا پر نظر انداز کرنے کی قابل ہے تو ملکی آئین اور فطرتی قوانین سے بھی اسی حد تک بیزار ہو جانا چاہیے -

یہ فلاسفر ایک غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے اور اُسنے مذہب کے فلسفہ کو غلط صورت میں سمجھا ہے - مذہب اس دعوے کے زور پر نہیں اٹھا کہ وہ بدی کا وجود یکایک دنیا سے نابود کردیگا - بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو نیک وبد دونوں راستے دکھا دے اور اپنی حق نما تعلیم پر

عقل انسانی کی گواہی دلوادے اور بس یہی منشا ہے آیہ وما علینا الا البلاغ کا! ایسی صورت مین اگر بالکلیہ استیصال نہ سہی تب بھی یقینا بدی کے زور مین ایک بڑی حد تک کمی آجاتی ہے۔ جو باغبان اپنی پھلواریون کے آس پاس سے خاردار جھاڑیون، اور غیر ضروری گھاس اور پودون کو نہ اکھاڑتا رہے گا وہ یقینا پھلواریون کی نشو ونما اور پھولون کی بوباس سے محروم رہے گا گھاس بڑھکر کیاریون پر چھا جائے گی خاردار درخت ساری قوت زمین سے چوس کر پھلواریون کو سکھا دینگے۔ اگرچہ بالکلیہ باغ کی زمین سے گھاس وجود نہ مٹایا جاسکتا ہو تاہم پھولون کی ضرورت کے لحاظ سے جتنا ضروری ہو کرنا پڑے گا۔

مذہب اس معاملہ مین قصور وار نہین۔ جو الزام اس پر عائد کیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے اگر ابنائے روزگار مذہبی تعلیم کو صحیح معنی مین قبول کرلین تو یقینا بدی کا وجود معدوم ہوجائے اور انشاء اللہ ایک وقت ایسا ہو کر رہے گا یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا اسی کی پیشین گوئی ہے لیظھرہ علی الدین کلہ اسی نتیجہ کا مؤید ہے یہ تو انسان کا قصور ہے نہ کہ مذہب کا اگر کسی حکومت کے بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید قانون کو اہل ملک نہ مانین اور جرائم کا انسداد نہ ہو تو کیا ایک ذی عقل انسان کی نظر مین اس بنا پر اس قانون کا احترام جاتا رہیگا کہ اسکی کوششین انسداد جرائم مین بے سود ہو رہی ہین۔ ہرگز نہین۔

مذہب اور اہل مذہب کا اصلی فرض یہ ہے کہ وہ نیکی وبدی کے درمیان ایک حد فاصل قرار دیکر ان کو اہل عالم سے روشناس کرادے تاکہ دھوکہ نہ کھا جائین۔ خراب جذبات کے شکار ہو کر صحیح راہ سے قدم نہ ہٹا دین۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا

مذہب کا صحیح اطلاق ہے۔

ارسطو نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی تین راستون سے گزرتی ہے۔

(۱) نیکی اور بدی مین کافی امتیاز رکھکر نیکی کو ہمیشہ بدی پر ترجیح دیتی ہے۔

(۲) نیکی کی نسبت بدی کی طرف اس کا رجحان زیادہ ہو جاتا ہے تاہم نیکی کا خیال دل سے محو نہین ہوتا۔

(۳) نیکی اور بدی مین کوئی حد فاصل نہین رہتی اور بدی کو نیکی سمجھکر عملی اقدام کیا جاتا ہے۔

یہ آخری صورت حد درجہ خطرناک ہے اور شخصی اور نوعی زندگی کے لیے سم قاتل۔ نوع انسان کو اس خطرہ سے بچانے کے لیے نیکی کو اپنا تمام زور صرف کر دینا چاہیے۔

ارسطو کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ بیشک ایسے موقع پر جب ابنائے روزگار کو نیکی اور بدی کے درمیان صحیح امتیاز باقی نہ رہا ہو اور دونون کی حدود اس حد تک ملگئی ہون کہ بدی کو لوگ نیکی سمجھنے لگے ہون تو پھر انسانیت کی کھلی موت ہے ایسے نازک موقع پر جس شخص سے جو کچھ بن پڑے وہ کرے۔ مذہب ایسے ہی وقت کی روک تھام کے لیے ہے اور پیشوایان دین اپنی قربانیان ایسے ہی وقت پیش کیا کرتے ہین

روم کی تاریخ قدیم کو پڑھو یعنی گھیٹر کے تماشا کا غور سے مطالعہ کرو کیا اسوقت رومیون کی یہی حالت نہ ہوگئی تھی کہ انکو نیکی وبدی کے درمیان قطعا کوئی تمیز نہ رہی تھی وہ بدی کرتے تھے اور اسکو نیکی سمجھکر اپنے دل مین خوش ہوتے تھے وہ اپنی تماشاگاہون مین بے گناہ انسانون کے خون سے بازی کرتے تھے کئی کئی روز کے بھوکے خونخوار درندون کے سامنے وہ بیکس غلامون بےبس قیدیون اور مظلوم نوجوانونکو چھوڑکر ان کے تکا بوٹی ہونے اور خون مین نہانے کا تماشا دیکھتے تھے۔ حیوانون کو حیوانون سے اور آدمیون کو آدمیون سے کھلے اکھاڑے مین لڑاتے تھے اور قطعا رحم نہ آتا تھا۔

وہان جاندارون کا خون پانی کی طرح بہتا تھا اور کسی ایک دل سے آہ نہ نکلتی تھی وہ اس وحشیانہ اور ظالمانہ عمل کو دنیائے انسانیت کا ایک شاہکار سمجھتے تھے۔ بدی پوری طرح نیکی کی صورت اختیار کر چکی تھی حق ناحق گڈمڈ ہو کر پکھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ ایسی نازک حالت مین ایک نیکدل پادری کی رگ حمیت جوش مین آئی وہ خونی اکھاڑے مین بے تامل کود پڑا اور اُن دو وحشی حملہ آورون کے درمیان جا کھڑا ہوا جو اپنی بے پناہ تلوارون سے ایک دوسرے کا خون بہانے پر تیار کھڑے تھے۔ مجمع نے شور مچایا۔ پادری کو ہٹا دو، پادری کو مار ڈالو " لڑنے والون کی تیوریون پر بل پڑے ڈانٹ بتائی " ہٹ جا تلوارون کے سامنے سے ورنہ ابھی تیرا کام تمام کر دیا جائیگا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا موت دانت نکالے سامنے کھڑی تھی۔ تلوارون کی بجلیان چمک رہی تھین مگر نیکدل پادری اپنی جگہ پر بدستور جما کھڑا تھا۔ وہ کہے چلا جا رہا تھا " انسانی خون اتنا سستا نہین کہ تم یون بہا دو۔ یہ رسم جاری رکھنے کے قابل نہین بند کرنے کی لائق ہے۔ خدا کے لیے رحم کرو اور ذرا سی تفریح کے لیے ابدی عذاب مول نہ لو " نقار خانہ مین طوطی کی آواز کو کون سنتا ہے۔ مجمع کا غصہ بڑھا۔ مار ڈالو مار ڈالو " کی صدائین ہر طرف سے بلند ہوئین۔ آخر تلوارین چلین اور غریب پادری خون مین نہا کر بے دم ہو کر خاک پر گر پڑا۔

اس روز کا جلسہ اپنے وقت پر ختم ہو گیا۔ لوگ ہنسی خوشی اپنے گھر چلے گئے۔ اب پادری کا خون ناحق رنگ لایا۔ سارے شہر مین اس قتل کا چرچا تھا لوگ پادری کی بات پر غور کرتے تھے دوربین نگاہین معاملات کی تہ تک پہنچنے لگین آخر ایک گروہ کچھ سوچ سمجھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی بُہر کے تماشون کا سخت مخالف بنکر رومیون کو آیندہ سال اس مین حصہ لینے سے روکنے لگا۔ نیک بات تھی نیک مشورہ تھا دلون مین گھر کر گیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسی وحشیانہ کارروائیون کا انسداد ہو گیا پادری کے خون نے حق و ناحق اور نیکی و بدی مین ہمیشہ کے لیے حد فاصل قائم کر دی۔

سقراط کی سوانح عمری پڑھو۔ اسنے بھی زہر کا پیالہ اسی لیے پیا کہ ایتھنز والون کی قوت تمیز پر فالج گر چکا تھا۔ حق و ناحق مین امتیاز باقی نہ رہا تھا۔ نیکی و بدی کی صحیح تعریف ان کے دماغون سے نکل گئی تھی۔ دھوکہ فریب خوشامد اور ظلم اُن کی زندگی کے عناصر اربعہ تھے وہ بُرا کام کر کے اسلیے شرمندہ نہ ہوتے تھے کہ وہ انکی نظر مین نیکی ہوتا تھا سقراط نے انکو طرح طرح سے سمجھایا مگر وہ کہان سمجھتے تھے۔ آخر اسکی جان کے دشمن ہو گئے نوجوانون کو بہکانے کا الزام اس غریب کے سر لگا کر عدالت مین مقدمہ دائر کر دیا۔ دنیائے ایتھنز اسکے خلاف تھی مگر وہ حق گو اور حق پسند عدالت مین پہنچکر بھی اپنی بات پر قائم رہا اسکی اپالوجی کو پڑھو۔ اس سے معلوم ہوگا کہ وہ صداقت کا کس حد تک شیدائی ہے۔ اس سے پتہ چلے گا کہ وہ اپنی قوم سے برائی دور کرنے مین جان کی ذرا پروا نہین کرتا عدالت سے حکم اسکے خلاف ہوتا ہے سزائے موت تجویز ہوتی ہے وہ شوق سے قیدخانہ مین چلا جاتا ہے۔ وہان اسکا شاگرد کرائیٹو اُسپر زور دیتا ہے کہ قیدخانہ سے چھپ کر نکل بھاگے اُسنے جیل خانے کے محافظون کو راضی کر لیا ہے کہ وہ سقراط کو راتکے وقت نکال دینگے مگر سقراط ہے کہ کسیطرح راضی نہین ہوتا۔ وہ کہتا ہے مجھے مرنا پسند ہے مگر مین ملکی قانون کو صدمہ پہونچانا نہین چاہتا اگر مین یہانسے نکلکر کہین جاؤنگا تو یہ مانا کہ وہان آرام کی زندگی ملجائیگی مگر مین عمر بھر قانون شکن سقراط مشہور ہونگا لوگ میرے اوپر ذلت کی نگاہین ڈالینگے اور جب مین کسی طرف سے گذرونگا تو انگلیان اٹھا کر کہینگے یہ ہے وہ فریبی سقراط جسنے ملکی قانون کو توڑا ہے دھوکا دیکر جیل سے نکل بھاگا ہے مجھے یہ الفاظ سننے گوارا نہین۔ مین موت کو عار پر ترجیح دیتا ہون۔ میری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ نیکی اور بدی کے درمیان حد فاصل قرار دون نہ یہ کہ

نہ کہ خود بدی کو نیکی سمجھ کے کرنے لگوں - آخر کار اُسنے قید خانہ کے اندر زہر کا پیالہ خوشی سے پی لیا -

پس یہی فلسفہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ہے -
یزید کے زمانہ میں بھی یہی حالت تھی کہ نیکی اور بدی کی حدود اسقدر آپس میں ملگئی تھیں کہ لوگ بدی کرتے تھے اور اسکو نیکی سمجھتے تھے - باطل پرستی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ حق پرستی کو اسنے اپنے اندر چھپا لیا تھا اسلام پر اس سے زیادہ نازک وقت کبھی نہ آیا تھا - دین کی زندگی اور موت کا سوال تھا حق کی فنا و بقا کا مسئلہ درپیش تھا - ایسے نازک وقت میں حسینؑ اٹھے اور تمام قوت لیکر اٹھے انھون نے جان و مال کی ذرا پروا نہ کی جو کچھ بضاعت رکھتے تھے سب کی سب لاکر کربلا کے میدان میں ڈالدی - انھون نے حق و باطل کے درمیان لوہے کی نہیں اینٹ پتھر کی نہیں بلکہ خون کی ایک ایسی سد سکندر قائم کر دی کہ جب تک دنیا رہے گی وہ حد فاصل مٹنے والی نہیں -
جس طرح المفی ٹھیٹر کے تماشائیون کو غریب پادری کے مقابل وقتی کامیابی حاصل ہوگئی تھی اسی طرح حسین کے مقابل یزید کو بھی کامیابی ہوئی مگر چند روزہ حسین کا خون ناحق بہت جلد دنیائے اسلام کے چہرہ پر کھیل گیا - یزید کا ڈھکا چھپا فسق و فجور ڈھول کی آواز بنکر تمام قلمرو اسلامی میں اسطرح گونجا کہ کسی مسلمان کے کان اس سے بے خبر نہ رہے حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ حقیقت بہت جلد اپنا منھ کھول کر سامنے آگئی کہ یزید کی سیاست کو سیاست نبویہ سے کوئی علاقہ نہیں - یزید کی حکومت ایک ایسی جابرانہ حکومت ہے جو خدا و رسول کے منشار کے بالکل خلاف ہے -
اس قانون کی بنا پر کہ نیکی کو آخر کار بدی پر غلبہ حاصل ہو کر رہتا ہے حسین علیہ السلام کی نیکی بھی بدی پر غلبہ حاصل کیے بغیر نہ رہی - یزید نے بہت جلد دیکھ لیا کہ دنیائے اسلام کی آنکھون میں اُسے دیکھ کر خون اتر نے لگا تھا - قاتلان حسین کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ خون حسین کے انتقام میں کتنی تلوارین ان کے خلاف کھچی ہوئی ہین جس بے دردی سے ان ظالمون نے اولاد رسول کو ذبح کیا تھا اسی بے دردی سے وہ خود بھی قتل کیے گئے -
سلیمان ابن صرد، مسیب ابن نخبہ، مختار وغیرہ نے ان ظالمون کے ساتھ جو کچھ کیا اہل نظر سے پوشیدہ نہین - یزید کی سلطنت بہت جلد خاک میں ملگئی اسکی سطوت و جبروت پر زوال آگیا آفتاب اقبال کو گہن لگ گیا اس کا ضلالت آگین مشن انتہائی ذلیل ہوکر دنیا کی نظرون سے روپوش ہوگیا حسین کا خون اگر سچ پوچھو تو عروس اسلام کا غازہ تھا اسنے مردنی چھائے چہرہ کو نکھار دیا گئی قوت کو پلٹا دیا مسلمانون میں جو عام بےچینی پیدا ہوگئی تھی اسکو یکقلم دور کر دیا سونے والے جاگ اُٹھے غفلت شعارون نے کروٹ بدلی حق سے ہٹ جانے والی طبیعتین اپنی جگہ پر آگئیں حسین کی شہادت کا منشا پورا ہوگیا یعنی مٹے نقش اُجاگر ہوگئے حسین چاہتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ قوم میں جو ایمانی جمود پیدا ہوگیا ہے حق سے ہٹ کر باطل کی طرف طبیعتین راغب ہوگئیں دین پرستی پر زر پرستی غالب آگئی ہے خدا کا خوف ہٹ کر بندون کا خوف دل میں سما گیا ہے - عار کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیجانے لگی - ہر طرف خودغرضی اور خود مطلبی کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے ظالمون کے ظلم کو روکنے کی رغبت نہین ہوتی فاسقون کو فسق و فجور پر ٹوکنے کی جرأت نہین ہوتی لہذا ان نقائص کو مسلمانون سے دور کرنیکے لیے حسین آئے اور اپنی اولاد و اعزا و احباب کی جانون کو قربان کر دیا سچ پوچھو تو اتنا بڑا کام کیا کہ قیامت تک نہ اسکی داد دیجا سکتی ہے اور نہ اسکا شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے بس اتنا کہکر ہر زبان خاموش ہوسکتی ہے
وا اللہ کہ اے حسین کارے کردی

[illegible]

دو سانس بھی نہ دہر میں آرام کیلئے　　اٹھے اور اٹھ کے کٹ گئے اسلام کیلئے

[illegible]

تنہا ہر اک اجل کا نقطہ انتظار ہے　　حضرت کے لب پہ شکر خدا بار بار ہے

[illegible]

میدان میں کربلا ہی قیامت لئے ہوئے　　پانچوں اصول دین ہیں شہادت لئے ہوئے

[illegible]

امت ہے گو عطش میں جہاں سے گذر گئے　　پر دین حق کو زندہ جاوید کر گئے

[illegible]

قد بار کبریا میں جو گردن جھکائے ہیں　　توحید حق کا بار امانت اٹھائے ہیں

تشنہ لب بچے

از جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی

دنیا میں کوئی اتنی جگر خراش صبح نمودار نہیں ہوئی جتنی المناک صبح محرم کی دسویں تاریخ کربلا کے افق پر ظاہر ہوئی۔ یہی وہ منحوس دن تھا جس کی آتشبار روشنی میں محسنِ عالم کا بھرا گھر تاراج ہو گیا اور رحمت للعالمین کی آغوش کا پلا ہوا رسول زادہ مع جملہ عزیز و اقربا، اصحاب و انصار کی حق کوشی حمیت کیساتھ، آفتاب کی تمازت سے آگ کی طرح جلتی ہوئی ریت کو اُس مقدس خون سے تر کرتا ہوا گزر گیا جسے خالقِ کائنات کے حبیبؐ نے اپنا خون کہنے میں کبھی ایک آن کے واسطے بھی تامل نہیں کیا تھا۔

حیرت تو یہ ہے کہ بے رحم قاتل وہی لوگ تھے جو اپنے آپ کو حافظِ قرآن اور کلمہ گو کہہ کر دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اُن کے چہروں پر لمبی لمبی ڈاڑھیاں اور ماتھوں پر ریائی سجدوں کے بڑے بڑے پر فریب نشان موجود تھے۔ پھر یہی نہیں کہ وہ صرف مسلمان تھے بلکہ اُن میں ایسے افراد بھی پائے جاتے تھے جو پیغمبرِ آخر الزماں کی مصاحبت پر مبالغہ آمیز فضیلت کا اظہار کر کے ناواقفوں کو حق و راستی کے نجات دہندہ راستوں سے بہکانے میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ یہ اُنھیں کی گمراہ کن کد و کاوش کا عبرتناک انجام تھا کہ شام کی حق فراموش اکثریت ذریتِ رسولؐ کے بلند مرتبوں سے انجان رہ کر اموی خاندان کے چشم و چراغ یزید بن معاویہ کے ملعون حکم سے ایسے بدترین عمل پر کمر بستہ ہو کے کربلا میں مجتمع ہو گئی جس کی بدولت حضرتِ رسالت پناہ کو قبرِ مطہر سے نکل کر ارضِ نینوا کی خاک اُڑانا پڑی اور اُس ظلمِ عظیم سے عرشِ الٰہی لرز اٹھا جس کی حسرت آفریں یاد ہمیشہ دردمند قلوب کو بیتاب و بیقرار رکھے گی۔"

وہ سخت مصیبت و ابتلا کا دن تھا۔ ایک طرف ہزاروں تلواریں چمک رہی تھیں، نیزوں کی انیاں جھکی پڑی تھیں اور کڑکڑاتی کمانوں سے رہا ہونے والے تیر چھتا بنا کر اس طرح ساتھ ساتھ چلتے تھے کہ اُن کی چھاؤں میں سورج کی روشنی کو پہنچنا ممکن نہ تھا۔ یہ ساری خونریز کوششیں صرف بہتر تنوں کے واسطے تھیں جن میں کثرت سے عمر رسیدہ بوڑھوں یا خورد سال بچوں کی تھی اور لڑنے والوں کی تعداد مشکل سے ایک ہاتھ کی پوروں تک پہنچ سکتی تھی۔ اُن میں مخدوم بھی تھے خادم بھی۔ بھائی بھتیجے بھی انصار و مددگار بھی جو رگِ گلو کے خون سے شہادت کے محضر پر مہریں ثبت کرنے کے بعد رفاقت و وفا کی تاریخ میں دائمی جگہ حاصل کرنے کا عزم بالجزم کر چکے تھے۔ اُن کے حق نیوش کانوں میں وہ حدیثیں گونج رہی تھیں جو محض آج ہی کے لئے حضرتِ ختمی مآبؐ نے ارشاد فرمائی تھیں اور زندگی بھر کی تبلیغی سعی کا معاوضہ مودتِ فی القربیٰ کو قرار دے کر امت پر واجب کر دیا تھا۔ وہ ذہن نشین کئے ہوئے تھے کہ عاشورے کی جنگ میں حقیقی فتح و ظفر اُسی سرفروش کے قدم چومے گی جو لہو کی آخری بوند تک ظالمین کے اسلحہ پر بھینٹ چڑھا کر سو کھا گلا کٹوانے میں دریغ نہ کرے گا!

یہ حقیقت ہے ـــــ اور روشن حقیقت ہے کہ جانبازوں نے رن آشنا ہوتے ہی زندگی کی وہ دولت لٹانا شروع کر دی جو مخالفین کو دین و دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ انھوں نے ہستی کی جملہ لذتوں سے کنارہ کرتے ہوئے آخرت سے لو لگا دی۔ تیر و تفنگ، تیغ و تبر کی ہلاکت آفریں جراحتوں کو روحانی آرام سمجھ کر قبول کیا اور طلوعِ شمس سے زوالِ مہر تک حریفوں کے تمام مظالم کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتے رہے حتیٰ کہ اُن کی پاک روحوں نے خاکی جسم سے کنارہ کشی کرتے ہوئے جنت الفردوس کی طرف کوچ کر دیا۔

اب بادشاہِ کم سپاہ کے فدائیوں میں صرف اٹھارہ نفوس قدسیہ باقی رہ گئے۔ اُن میں چند کے سوا سب ایسے تھے جن پر شرعی تکلیفیں عائد نہ ہوئی تھیں اور اُن کے ننھے ننھے ہاتھ تلوار کا قبضہ پکڑنے سے قطعی معذور تھے۔ مگر کمسنی کے تشنہ و گرسنہ شیروں نے آنکھوں

پیٹ بھرے حریفوں سے اس قیامت کا معرکہ لڑا کہ جہانِ کارزار میں اُنکی نظیر دستیاب ہونا محال ہے۔ ارضِ نینوا کا ذرہ ذرہ اُن کی جگرداری اور دلیرانہ حملوں پر گواہ ہے۔ اُس دن سے اب تک نسلیں شہادت دیتی چلی آتی ہیں کہ حسینیؑ فوج کے ایک ایک کمسن سپاہی نے جب علی علی کہہ کر اسداللّہی جوہر کا مظاہرہ کیا ہے تو بھاگتے ہوئے دشمن کوفہ کی دیواروں سے جا ٹکرائے ہیں! اُن کے جہنمی کُشتے اضطراب و بدحواسی کے عالم میں خود اپنے ہی راہواروں کی ٹاپوں سے کچل کچل کے اس طرح زمین کا پیوند ہو گئے کہ تلاش کرنے کے باوجود ناپاک جسم کا کوئی ریزہ دستیاب نہ ہو سکا! لیکن یہ حملے اس واسطے نہ تھے کہ اُن کے ذریعہ سے مخالفین کو نیست و نابود کر کے عارضی کامیابی حاصل کی جائے۔ نمائشی فتح سے وہ عظیم مقصد حصول ہونے والا نہ تھا جو درحقیقت شہید ہو کر روحانی اور سرمدی فتح سے حاصل ہو گیا۔ انھوں نے دُنیا کو ہاشمی شجاعت کا معمولی سا نمونہ دکھا کر مشیت ایزدی کے آگے سر جھکا دیا، شہادت قبول کی اور مادہ پرستوں کو یزید کی کامیابی کا دھوکا ہو گیا

آفتاب، انسانیت سوز مظالم کی تاب نہ لاکر قلعۂ مغرب میں پناہ لینے کو بڑھا۔ عصر کا ہنگام ایک ایسے افضل العباد نمازی کا ہدیۂ عبادت لیکر عرش کی جانب صعود کر گیا جس نے گُندِ خنجر کے نیچے بھی اُتنے ہی خلوص و اطمینان سے عبادت کا فریضہ ادا کیا جس طرح مسجدوں میں امن و عافیت سے ادا کیا جاتا ہے!

ہنوز فرات کے پانی میں تلاطم موجود تھا، رن کی زمین بدستور لرز رہی تھی اور سیاہ آندھیوں نے دم نہیں لیا تھا کہ باغیوں کے غارت گر رسالے خیمہ گاہِ حسینیؑ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پیادوں اور سواروں کی بھاگ دوڑ سے قیامت برپا ہو گئی۔ بیکس رسولزادیاںؑ یوں تو صبح سے عصر کے قبل تک تمام عزیزوں اور ناصروں کو رونے میں مصروف رہی تھیں لیکن پنجتنؑ کا خاتمہ ہوتے ہی اُن کی آس ٹوٹ گئی۔ کل وارث یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ مگر دل قوی رہا کیونکہ حسینؑ سا سرپرست موجود تھا۔ اُنھوں نے بھری گودیں صرف اس توقع میں خالی کر دیں کہ زہراؑ کا جایا بچ جائے لیکن مشیت عظیم قربانی کی طلبگار تھی اور وہی ہوا کہ حق شناس بندے بنے عزیزوں کو عزیز کیا نہ دوستوں کو دوست رکھا سب کو خالق کی خوشنودی پر نثار کرنے کے بعد اپنا سر بھی فدا کر دیا اور غمزدہ مستورات کے آنسو پونچھنے والا ایک بھائی کے سوا کوئی نہ رہا! اُن کے آنسوؤں کا تار بھی نہ ٹوٹا تھا کہ سروں کی چادریں اُترنے لگیں! "وا محمداہ واعلیاہ" کے دلدوز نعرے لگاتی تھیں اور ظالموں کے بھا دیں نہ ہوتا تھا۔ بچوں کے کان اور رخسارے بیرحموں کی ستمرانیوں سے لہولہان ہو رہے تھے بیم و ہراس نے انھیں اس قابل ہی نہ رکھا تھا کہ سوکھے گلوں سے آواز نکال سکتیں ڈری سہمی ہوئی تھیں اور اشقیا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے اذیت پہنچانے میں مشغول تھے منشا یہ تھا کہ پردہ نشینانِ عصمت و طہارت سر برہنہ جلوہ عام میں نکل آئیں!

دشمنانِ خدا و رسولؐ کی ملعون کوششیں بارور نہ ہوئیں تو ناریوں نے خیمے کو آگ دیدی۔ مظلوم عورتیں جس قنات یا چھولداری میں پناہ گزین ہوتی تھیں وہ دھڑ دھڑ جلنے لگتی تھی۔ تین شبانہ روز کی بھوک پیاس اور دن بھر کی گریہ و زاری نے فریاد و فغان کی طاقت بھی سلب کر لی تھی۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے ایذا پہنچی تھی تو یتیم بچوں کے ہاتھ تھام کے محفوظ خیمے میں داخل ہو جاتی تھیں۔ وقت اتنا سخت و صعب تھا کہ کسی بی بی کو ہوش نہ تھا۔ مظلوم بیوؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے، ظالموں کی بیداد سے بچنے کے لئے ماؤں کی انگلیاں چھوڑ چھوڑ کے قتل گاہ کی طرف بھاگ نکلے تھے۔ غم نصیب عورتیں اس قابل نہ تھیں کہ اس ابتری میں اپنے جگر پاروں کو جلتے ہوئے کلیجوں سے چمٹا کر تسلی دے سکتیں۔ الغرض بلاخیز ہنگامہ تھا جو لااعداد مظالم کے ساتھ جاری تھا یا جور و استبداد کی بے پناہ چکی تھی جو چھوٹے بڑے کا امتیاز کئے بغیر سب کو پاٹوں میں ڈال کر پیس رہی تھی۔

اسی تہلکے میں دن کی بقیہ ساعتیں تمام ہوئیں۔ جلتے ہوئے خیام کے سر بفلک شعلے دبتے دبتے خاموش ہو گئے اور خیمہ گاہ میں راکھ کے ڈھیر کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ لٹی ہوئی نبی زادیاں مظلومی و بیکسی کی تصویر بنی فرش خاک پر حلقہ باندھے بیٹھی تھیں۔ اُن کے سر برہنہ

تھے اور کھلے ہوئے بال عریاں چہروں کی پردہ داری کر رہے تھے کہ غارتگروں نے لوٹ سے فراغت پائی۔"

سورج ڈوبتے ہی کوفہ و شام کے خون آشام بھیڑیے سارا دن رسولِ مقبول کی روحِ پاک کو بے چین کر کے اب خدا کی بارگاہ میں نماز کا مقبول ہدیہ پیش کرنے کو تیار ہو گئے! موذن نے تکبیر کی آواز بلند کی اور مظلوم کے خون میں ہاتھ رنگین کرنے والے وضو کر کے مغرب کا فریضہ اور خاتمۂ پنجتن کا شکرانہ ادا کرنے میں مشغول ہو گئے!

بیدرد دشمنوں کی واپسی کا یقین ہونے سے بنی زادیوں کو صرف اتنا ہوش آسکا کہ شہید بھائی کی اُس آخری وصیت پر عمل درآمد کرنے کی سعی کر سکیں جو آخری رخصت کے وقت فرمائی تھی۔ زینبؑ کبریٰ کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ "بہن! میرے بچے اعدا کے خوف سے منتشر ہو جائیں تو اکٹھا کر کے تسکین و تشفی دینا اور حفاظت و نگرانی سے غافل نہ ہونا۔"

وہ تھرتھراتے ہوئے پاؤں پر زور دے کے اُٹھیں لقیۃ السیف بیبیوں کو جمع کیا پھر ذہن میں مقتول و غیر مقتول کی فہرست ترتیب دے کر شمار لگایا تو دو بچوں کی کمی محسوس ہوئی پہلے تو نگاہوں میں حساب لگایا۔ آخر میں گمشدگی کا یقین کرتے ہوئے زینب صغریٰ سے دریافت فرمایا "بہن! شہید بھیا کے دو بچے دکھائی نہیں دیتے!"

زینبؑ صغریٰ، بڑی ہمشیر کا ارشاد سن کے اُٹھیں بچوں کا جائزہ لیا پھر عرض کی۔ "ان بچوں میں تو معلوم نہیں ہوتے، شاید اپنے بابا کی تلاش میں مقتل کو چلے گئے ہیں"

"آؤ انھیں ڈھونڈھ لائیں" زینبؑ کبریٰ نے کہا اور دونوں بہنیں روانہ ہو گئیں۔ کبھی ایسا اتفاق نہ ہونے سے قدم نہ اٹھتے تھے لیکن ان کے سوا بچا ہی کون تھا جو معصوموں کی جستجو کرتا؟ رن سائیں سائیں بول رہا تھا۔ عمر سعد کے لشکر کی روشنیاں دور پر چمکتی دکھائی دیتی تھیں لیکن فرات کا ساحل تاریک تھا۔ کچھ راستہ طے کرنے پر انھیں ایک لاشہ نظر پڑا۔ اُس کے دونوں ہاتھ شانوں کے پاس سے قطع ہو گئے تھے اور مجروح جسم پر سر بھی موجود نہ تھا پھر بھی رعب و دبدبہ اتنا تھا جیسے شیر ترائی میں آرام کر رہا ہو، پہلو میں تیر نل سے چھدا ہوا ایک مشکیزہ بھی تھا اور اُس کی جلد پر غازی کے لہو کے نقش جمے تھے

دونوں بیبیوں نے فوراً پہچان لیا کہ اُن کے وفادار بھائی عباسؑ بن علیؑ کا خستہ پیکر ہے جو سکینہ کی پیاس بجھانے کو دریا سے پانی لینے آیا تھا اور یزیدیوں نے گھیر کر شہید کر ڈالا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے روئیں لیکن بچوں کی فکر نے ٹھہرنے نہ دیا۔ دن بھر کی تپی ہوئی ریگ پر اشکوں کے موتی بکھراتی ہوئی فرات کے کنارے پہنچیں۔ اُس کا پانی پیاسوں کے ہونٹ تر نہ کر سکنے کی ندامت میں ہاتھوں اُچھل رہا تھا۔ دونوں بی بیوں نے بہتی ہوئی لہروں کو دیکھا تو جگر شق ہونے لگا۔ یہی وہ پانی ہے جس کے لیے شش ماہے علیؑ اصغر کا گلا حرملا کے تیر سے چھد گیا انھوں نے لہو کے آنسو بہاتے ہوئے بچوں کو تلاش کیا۔ جب کوئی سُراغ نہ پایا تو جگر گداز آہ کے ساتھ فرمایا "یہاں تو دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے ظالموں نے انھیں بھی شہید کر دیا"

"اُن کی سنگدلی سے بعید نہیں ہے۔ زینبؑ صغریٰ نے جواب دیا۔ جنھیں عبداللہ کے ہاتھوں پر تلوار لگاتے حیا نہ آئی وہ ان معصوموں کو کیوں چھوڑنے لگے!"

"شاید۔ زینبؑ کبریٰ نے فرمایا۔ وہ بھیا کی لاش پر فریاد لے گئے ہوں"

"چلیے وہاں بھی دیکھ لیں" زینبؑ صغریٰ نے عرض کی۔ دونوں اُفتاں و خیزاں مقتل کی سمت چل کھڑی ہوئیں راہ میں کہیں کہیں عزیزوں اور ناصروں کی لاشیں ملیں۔ اُنھوں نے اُن کی آن اشک ریزی کی اور آگے روانہ ہو گئیں۔ یہاں تک کہ گنج شہیداں میں داخل ہو گئیں۔ ایک جانب فداکار جراحتوں کی بدھیاں پہنے موت کی ابدی نیند سو رہے تھے اور اب انھیں بھوک پیاس کی ایذا نہ تھی، کیونکہ تسنیم ناز جنت نے سیر و سیراب کر دیا تھا۔ اُن کے خاکی جسد کربلا کی ریت پر تھے اور پاک روحیں باغ جناں کے نکہت بار چمنوں میں حوروں و غلماں کے ساتھ جشنِ شہادت منا رہی تھیں۔

قریب ہی قبیلہ ہاشم کے شیر دل جو ان زخموں سے چور چور گرد نیں کٹائے حق و وفا کا عبرت آموز مظاہرہ کر رہے تھے۔ باغیوں نے اُن کے منور جسموں سے لباس تک اُتار لیا تھا۔ اور وہ بے فانوس کی شمع

بن کر مقتل کی زمین کو نورانیت سے معمور کر رہے تھے۔ فی الحقیقت یہ قرآنِ ناطق کی چھوٹی بڑی سورتیں تھیں جو حاملِ قرآن ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو کر بکھری پڑی تھیں۔

اُنھوں نے دیکھا کہ بڑے بھائی کی نشانی عبداللہ بن حسنؑ۔ ننھے ننھے ہاتھ کٹائے چچا کے پہلو میں اس طرح آرام کر رہا ہے جیسے بچہ ماں کی آغوش میں میٹھی نیند سوتا ہے۔ دونوں تڑپ کے بھائی کی میت سے چمٹ گئیں، خوب سسکیاں بھر بھر کے روئیں اور دیر تک روئیں لیکن وقت کی نزاکت اور بے رحموں کے خوف نے منھ سے آواز نہ نکلنے دی آخر مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال کر بچوں کی جستجو کی۔ کوئی نشان نہ پا کر بڑی بہن نے چھوٹی بہن سے کہا "یہاں بھی بچے نہیں ہیں کہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے تو پامال نہیں ہو گئے۔ ؟"

"یہ بھی ناممکن نہیں"۔ زینبِ صغریٰؑ نے آنسو بہاتے ہوئے جواب دیا۔

دونوں میداں کی جانب رجوع ہوئیں۔ ہر طرف کلیجے کے ٹکڑوں کو ڈھونڈھتی پھرتی تھیں لیکن اُن کی مظلوم صورتیں دکھائی نہ دیتی تھیں اس تگ و دو میں کافی وقت گزر گیا۔ اگر یہ گمان صحیح تھا کہ بچوں کو ظالموں نے شہید کر ڈالا تو اُن کی لاشیں ملنا چاہیے تھیں۔ میتوں کا نہ ملنا بتاتا ہے کہ ضرور کہیں روپوش ہیں۔ صرف یہی قیاس جستجو پر آمادہ کئے تھا۔ دونوں بڑھتے بڑھتے ابن سعد کے ٹیلے تک جا پہنچیں۔ وہاں بالوں کی جھولداریوں کے سامنے خشک لکڑیاں جل رہی تھیں۔ لپکتے ہوئے شعلوں کی سُرخ روشنی میں سفید ریگ کہیں کہیں سے چمک اُٹھتی تھی۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا گڑھا تھا۔ بغور دیکھنے سے پتہ ہوتا تھا کہ دو ننھے ننھے جسم باہم واصل ہو کر دبکے پڑے ہیں۔ زینبِ کبریٰ کی نگاہ پڑی تو بے اختیار زبان پر جاری ہو گیا "ہمارے کھوئے ہوئے لعل مل گئے"۔

اتنا کہنا اور دونوں بہنیں لپک کر جا پہنچیں۔ اُن کا شبہ صحیح تھا۔ دونوں معصوم آپس میں چمٹے ہوئے چھپے پڑے تھے۔ ظالموں کے ڈر سے اس طرح دبکے تھے کہ بھول سے بھولی بالوں کی تہہ جم گئی تھی۔ جس جگہ اُن کے رخسارے رکھے تھے وہاں کی زمین بھیگی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا دونوں معصوم سہم دبے رہے روتے روتے غافل ہو گئے ہیں۔ بی بیوں نے خم ہو کر دونوں بچوں کو پھول کی طرح ہاتھوں پر اُٹھا لیا لیکن اُن کی اُمیدیں مایوسی سے بدل گئیں۔ سرد اور اکڑے ہوئے جسموں نے ظاہر کر دیا کہ دونوں مظلوم عطش کی شدت سے ہلاک ہو کر بہشت کو سدھار چکے ہیں"۔

سلام

از جناب سید مجاود حسین صاحب تمنّا لکھنوی

آنکھیں ہیں سُرخ طوق گلو گیر سُرخ ہے
عابد کی تپ سے پاؤں کی زنجیر سرخ ہے

گرمی سے جلوۂ رُخ شبیر سرخ ہے
ہمراہ مہر مہر کی تنویر سُرخ ہے

خونِ گلو سے کب تن بے شیر سُرخ ہے
اک نجمِ ضوفشاں کی یہ تصویر سُرخ ہے

نیزہ پہ فرق شاہ کی تنویر سرخ ہے
مصحف تو یہ سنہرا ہے تحریر سُرخ ہے

عابد کی ساق پا میں کہاں اب لہو کی بوند
یہ اک چراغ حنائے زنجیر سُرخ ہے

پردے میں یہ شفق کے مہ نو ہے آشکار
یا اسپ شہ کے نعل کی تصویر سرخ ہے

سب کہہ رہے ہیں آج شفق میں ہے ماہ نو
یوں خون سے حسین کی شمشیر سرخ ہے

صغریٰ کی یوں بخار سے آنکھیں ہیں لاگوں
جو لکھ رہی ہیں شہ کو وہ تحریر سرخ ہے

خونی لباس شہ کو ہے طفلی میں کیوں پسند
کیا سرنوشت کاتب تقدیر سُرخ ہے

سبطین کے لباس کا ہے قوس میں بھی رنگ
کوئی ہے سبز اور کوئی تحریر سُرخ ہے

اکبر کا جامہ تو ہے لہو سے جگر کے لال
اور خون سے زلف گرہگیر سرخ ہے

قبضہ ہے خاک پاک پہ ہوں کربلا میں دفن
جو حق نے مجکو دی ہے وہ جاگیر سُرخ ہے

ہے شہ کا تن تو زخموں کی کثرت سے لالہ رنگ
اور ذکی دھوپ سے رُخ ہمشیر سُرخ ہے

رہتا ہے رنگ صحبت احباب کچھ ضرور
جو زخم سے کھینچا ہے وہی تیر سُرخ ہے

گارا لہو کا جسمیں تمنّا ہوا تھا صرف
اب تک مری نظر میں وہ تعمیر سُرخ ہے

مصائب امام حسین علیہ السلام پر گریہ باعث اجر ہے

(از جناب مولانا سید خورشید حسن صاحب قبلہ امام جمعہ وجماعت لکھنؤ)

حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ کے فرزند جناب ابراہیم نے وفات پائی آپ نے گریہ کیا اور فرمایا القلب یحزع والعین تدمع ولا نقول ما یسخط الرب وانا علیک یا ابراہیم لمحزونون قلب غمگین ہے اور آنکھ اشکبار ہے لیکن ایسا لفظ زبان پر نہ آئیگا جو خدا کو ناپسند ہو اے ابراہیم ہم تمھارے فراق میں محزون ہین۔ (تفسیر کشاف سورۂ یوسف)

آپکی صاحبزادیون مین سے کسی معظمہ کا بچہ حالت نزع مین تھا آپ گریہ فرمارہے تھے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ نے ہمکو رونے سے منع کیا اور آپ خود گریہ کررہے ہین حضرت نے فرمایا کہ مینے رونے سے تمکو منع نہین کیا البتہ خوشی یا غم مین احمقانہ آوازون کے بلند کرنے سے منع کیا ہے۔ (تفسیر کشاف سورۂ یوسف)

غزوہ احد سے واپس ہوکر حضرت جب مدینہ مین پہنچے تو قبیلہ بنی عبد الاشہل کی عورتون کے گریہ کی آوازین آپ کے گوش مبارک مین پہنچین جو اپنے مقتولین کو رو رہی تھین آپ نے فرمایا افسوس حمزہ پر کوئی رونے والا نہین یہ سنکر سعد بن معاذ نے زنان بنی عبد الاشہل کو بیت النبوۃ مین بھیجدیا اونہون نے حضرت حمزہ پر نوحہ دبکا کیا آپ نے اون کے لیے دعائے خیر فرمائی اوسوقت سے انصار کی عورتون مین کوئی ایسی نہ تھی جو بغیر حضرت حمزہ پر گریہ کیے ہوئے اپنے مردے پر روتی ہو۔ (تاریخ احمدی بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۳)

نبی کے قول اور فعل اور کسی کے فعل پر اظہار پسندیدگی سے قانون شرع مرتب ہوتا ہے گذشتہ منقولات سے واضح ہوا کہ گریہ کے جواز کا قانون ان تینون طریقون سے وجود مین آیا دوسری حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت نے مصیبت مین بےصبری اور جزع وفزع سے منع فرمایا لیکن نافہمی سے لوگون نے گریہ کو بھی بےصبری تصور کیا اور حضرت پر اعتراض کیا اور آپنے مختصر جواب ارشاد فرمایا عالم غم کا مقتضئے اختصار ہی تھا یہ کہ "مینے رونے سے منع نہین کیا،، اتنے صاف اور واضح جواب کے بعد گریہ کے جواز کا انکار وہی کرے گا جو حضرت رسولؐ کے حالات سے واقف نہو

حضرت یعقوبؑ کا گریہ

آپ کے حزن اور بکا کا تذکرہ قرآن مین اہتمام سے کیا گیا ہے اپنے محبوب فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق کی مصیبت مین مبتلا ہونا اور اس غم مین مدتون گریہ وبکا مین مشغول رہنا قرآن مین اس واقعہ کے تذکرے نے گریہ کے اوس قانون کی تائید کی جو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے قول وفعل سے مرتب ہوا تھا تفسیر کشاف مین لکھا ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل علیہ السلام سے حضرت یعقوب کے کثرت غم کی کیفیت پوچھی اونہون نے جواب مین عرض کیا کہ اتنا غم تھا جتنا اون ستر عورتون کو ہو جن کے بیٹے مرگئے ہین آپ نے فرمایا کہ اونکے لیے کتنا اجر ہے عرض کیا "سو شہیدون کے برابر اجر ہے اون کو ایک لمحہ بھی خدا سے بدگمانی نہین ہوی،، قرآن نے کیفیت غم یون بیان کی وابیضت عیناہ من الحزن، یعنی اندوہ وغم سے آنکھین بےنور ہوگئین قرآن نے آپکے مرثیہ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہین وا اسفی علی یوسف ہائے ہائے یوسف قرآن نے ان الفاظ مین آپ کی مدح بھی کی فہو کظیم "وہ رنج کو ضبط کرنے والے تھے،، اور اس کے قبل آپ کے صبر کا تذکرہ

آپ ہی کے الفاظ مین کیا گیا ہے فصبر جمیل "صبر ہی بہتر ہے،، آپکے صبراور گریہ کا یہ تذکرہ جن آیات مین کیا گیا ہے اون کو مسلسل نقل کیا جاتا ہے تاکہ جو اوپر لکھا گیا اور جو نتیجہ اب ظاہر کیا جائیگا اوس کے سمجھنے مین سہولت ہو قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل عسے الله ان یاتینی بہم جمیعا انه ہوا لحکیم العلیم ہ وتولے عنہم وقال یا اسفے علی یوسف وابیضت عیناه من الحزن فہو کظیم ہ یعنی تمنے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے لپس صبر ہی بہتر ہے قریب ہے کہ خدا اون سب کو (یوسف اور اون کے بھائی کو) میرے پاس پہنچادے بیشک وہ صاحب علم وحکمت ہے آپ نے اون کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے ہائے یوسف اور غم واندوہ سے اون کی دونون آنکھین سفید ہوگئین وہ رنج کے بہت ضبط کرنیوالے تھے،،

تفسیر کشاف مین لکھا ہے کہ حزن کی وجہ سے گریہ کیا اور گریہ سے آنکھون مین سفیدی آئی اس لئے گویا سفیدی حزن سے پیدا ہوئی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف کی جدائی کے وقت سے ملاقات کے وقت تک اسی سال تک حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ سے آنسو خشک نہوے آپ کی برابر روے زمین پر کوئی خدا وند عالم کے نزدیک مکرم نہ تھا،، لوامع التنزیل مین حسن بصری کا قول اسی کی مثل نقل کیا ہے اور اوس کے بعد در منثور اور لباب التاویل اور معالم التنزیل سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل نے زندان مین حضرت یوسف سے ملاقات کی آپ نے پوچھا کہ اے روح امین آپکو حضرت یعقوبؑ کی کیفیت بھی معلوم ہے اوس ملک مقرب نے جواب دیا کہ ہان اون کی بینائی مفقود ہوگئی خدا وند عالم نے اونکو آپکے غم مین مبتلا کیا وہ اپنے غم مین ضبط سے کام لیتے ہین اوس نے اونکو صبر جمیل عطا فرمایا ہے حضرت یوسف نے پوچھا کہ اون کو کسقدر غم ہے جواب دیا کہ جتنا ستر لپسر مردہ عورتون کو ہو آپ نے پوچھا کہ اون کے لئے کتنا اجر ہے جواب دیا کہ ستر

شہید ون کے برابر،،

صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے کہ لبعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یا اسفی علی یوسف کہا اور یہ بےصبری ہے اور بمنزلہ شکایت خدا ہے اور خدا کی شکایت ناجائز ہے علمانے جواب دیا ہے کہ ان لوگون کا اعتراض غلط ہے خداوند عالم نے حضرت یعقوبؑ کی زبانی فرمایا انما اشکو بثی وحزنی الی الله مین اپنے اندوہ وحزن کی شکایت خدا سے کرتا ہون اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کثرت غم مین صبر کیا اور (غیر سے) شکایت نہ کی،، پھر لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے دعا کی کہ پروردگار میرے دونون پھول یوسف اور بنیامین کو پلٹا دے حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور رب العزت کی طرف سے پیام بشارت پہنچایا کہ اگر وہ دونون مرجاتے تو مین اونکو تمھارے لیۓ زندہ کردیتا لپس مساکین کے لیے کھانا پکواؤ انبیا اور مساکین مجھے تمام بندون مین محبوب ہین،، پھر لکھا ہے کہ ملک الموت ایکبار حضرت یعقوب کے پاس آئے آپ نے پوچھا کہ کیا آپ قبض روح کے لیۓ آئے ہین اونھون نے کہا کہ نہین بلکہ اسلیے آیا ہون کہ آپ کے غم مین شرکت کرون پھر لکھا ہے کہ گریہ گناہ نہین۔

حضرت یعقوبؑ کی وفات پر رب العزت کیطرف حضرت یوسفؑ کو تعزیت

تفسیر لوامع التنزیل مین لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر وفات کے وقت دو سو سال کی تھی وفات کے بعد جب ملک الموت آپ کی روح کو آسمان پر لے کر گئے تو ملائکہ نے استقبال کیا جبرئیل ومیکائیل اور ملائکہ کا ایک گروہ آیا اور آپ کے جسد مطہر کو غسل وکفن دیکر نماز پڑھی اور دفن کردیا رب العزت نے حضرت جبرئیل کو جناب یوسف کے پاس بھیجا کہ میری طرف سے اونکو سلام پہنچاؤ اور کہو کہ خدا آپکو آپ کے پدر بزرگوار یعقوب علیہ السلام کے غم میں اجر بخشے

حضرت یعقوب نے اپنی وفات کی جب خبر پائی تھی تو اپنے
ناقہ کو حکم دیا تھا کہ یوسف سے جا کر کہنا کہ میں اپنے پروردگار
کی خدمت میں جانے والا ہوں حضرت جبرئیل علیہ السلام
کی خبر کے بعد وہ ناقہ حضرت یوسف کی خدمت میں پہنچا
خداوند عالم نے اوسکو قوت گویائی عطا فرمائی اوس نے
عبرانی زبان میں کہا السلام علیک یا یوسف آپ کے پدر
بزرگوار نے آپکو قیامت تک سلام بھیجا ہے وہ آپ سے
راضی ہیں جناب یوسف یہ سنکر غمگین ہوئے اور تین دن
تک مصروف عزا رہے اور ناقہ نے بھی حضرت یعقوبؑ پر
گریہ کیا۔

کربلائے معلی میں امام حسین علیہ السلام کا گریہ فرمانا

ایک دو بار نہیں بلکہ متعدد بار گریہ کیا جوان فرزند
شبیہ پیغمبر کی رخصت کے وقت۔ پھر جب شاہزادے پر
حالت جنگ میں پیاس کا غلبہ ہوا اور آ کر حضرت سے
عرض کیا یا ابت العطش قتلنی وثقل الحدید اجهدنی فهل الی
شربة من الماء سبیل بابا پیاس نے مار ڈالا لوہے کے بوجھ نے
تکلیف پہنچائی کیا پانی کی کوئی سبیل ہے،،
حضرت نے گریہ کیا اور فرمایا واغوثاه یابنی من
این اتی لک بالماء بیٹا میں کہاں سے تمہارے لئے پانی لاؤں
حضرت قاسم کی رخصت کے وقت اس قدر روئے کہ بیہوش
ہو گئے۔ حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد شدت
روئے۔ (لوائج الاشجان)

اس عالی ہمت اور بلند حوصلہ امام نے کربلائے معلی میں
مصائب کا مقابلہ جیسی اولوالعزمی سے کیا مشہور آفاق ہے
لحظہ بلحظہ مصائب میں اضافہ ہو رہا تھا موت آپ کے
باغ کو پامال کر رہی تھی، مگر آپ کے عزم و استقلال میں
ذرا فرق نہ تھا۔

ایسے عظیم مصائب میں وہی انسان صبر کر سکتا ہے جو منزل
انسانیت کی اوس حد تک پہنچ گیا ہو کہ اوس کے مافوق
کوئی منزل نہو ایسے اولوالعزم مکمل انسان کا ہر قول حکمت
آمیز اور ہر فعل لائق اقتدا ہوتا ہے امام حسین کی اولوالعزمی
صبر و استقلال شجاعت محبت خدا فنافی اللہی کے ساتھ گریہ کرنا
گریہ کے جواز بلکہ محبوبیت و استحسان کی واضح دلیل ہے۔

گذشتہ بیان کا خلاصہ

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم پر اور
حضرت امام حسین نے جناب عباس شہید پر گریہ کیا حضرت
یعقوب نے جناب یوسف کی مفارقت پر اور حضرت امام حسین
نے حضرت علی اکبر اور حضرت قاسم کی رخصت کے وقت گریہ کیا
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت حمزہ پر گریہ کرنے
والوں کے لیے دعائے خیر کی حضرت یعقوب اسی برس روئے
اور اونکو سو شہیدوں کا اجر عطا ہوا ملک الموت اون کے
غم میں شرکت کے لیے آئے حضرت یعقوب کی وفات پر رب العزت
نے جناب یوسف کو تعزیت فرمائی حضرت یعقوب کے غم میں
ناقہ نے بھی گریہ کیا۔ علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اپنا یہ
فتوی لکھا کہ گریہ گناہ نہیں ہے۔

جواز گریہ کی ایک اور دلیل

صاحب تفسیر کشاف نے گریہ حضرت یعقوب کے تذکرہ
میں جواز گریہ کی ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ شدت حزن واندوہ
میں انسان کا مضطرب اور بے قابو ہو جانا تقاضائے فطرت
ہے،، اس مفسر کی تحریر سے ظاہر ہے کہ جب شدت غم میں انسان پر
اضطراری حالت طاری ہو جائے تو صرف گریہ ہی نہیں بلکہ آواز
سے رونا اور نوحہ بھی جائز ہوگا اور حضرت رسالت مآب صلعم کا ارشاد
جو تفسیر کشاف میں نقل کیا ہے کہ میں احمقانہ آوازوں کے بلند
کرنے سے تمکو منع کیا ہے اوس کا مطلب واضح ہے آپ نے مطلقا

ممانعت نہین فرمائی بلکہ احمقانہ طریقہ سے آواز بلند کرنے کو منع کیا چنانچہ خود اپنے فرزند جناب ابراہیم کے غم مین یہ فرمایا کہ انا علیک یا ابراہیم لمحزونون اے ابراہیم ہم تیرے محزون ہین اور حضرت یعقوب نے یا اسفیٰ علی یوسف ہائے ہائے یوسف کہا اس سے ظاہر ہے کہ نوحہ مذموم و ممنوع نہین بلکہ ایسے کلمات کا زبان پر لانا جو خداوند عالم کی مرضی کے خلاف ہون۔

بہرحال گریہ کا ایسی حالت مین جائز ہونا واضح ہے بلکہ اگر گریہ سے حزن و سوزش قلب کو تسکین ہو تو اوس مین جان پیدا ہو جائیگا ایسی حالت مین گریہ سے منع کرنا ظلم ہے۔

گریہ بوجہ صداقت

انسان پر اپنی مصیبت مین اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے دوسرون کی مصیبت پر ایسی کیفیت نہین ہوتی لیکن انسان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ اپنے اقارب اور احباب سے مواسات کرے اون کے ساتھ ایسا طریق عمل اختیار کرنا جو اون کی تسکین و تشفی کا ذریعہ ہو علم اخلاق مین اسکو منجملہ صفات حمیدہ انسانی و لوازم انسانیت شمار کیا گیا ہے صداقت کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے بظاہر اوس کا مطلب یہی ہے نرم دلی ممدوح ہے قساوت قلب مذموم ہے لہذا نہ صرف احباب کے غم مین بلکہ عام مومنین کے غم مین شرکت کرنا اون کی موت پر گریہ کرنا ممدوح ہوگا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اور جناب یعقوب کے گریہ و بکا کے ثبوت کے بعد کسی مسلم کو بحیثیت مسلم گریہ کے جائز ہونے مین شبہ کی گنجائش نہین صرف تائید کے لیے اس دلیل کو ذکر کیا گیا۔

انسان اپنے عزیز یا دوست کی موت پر کیون روتا ہے

اگرچہ کلیہ نہ ثابت ہو لیکن اکثریت کے ثبوت مین کلام نہین بکثرت انسان ایسے ہی نظر آئین گے جو موت پر روتے ہین لیکن اون مین کم ایسے ہون گے جنہون نے کبھی یہ غور کیا ہو کہ وہ کیون روتے ہین اس کا فلسفہ کیا ہے اگر اون سے سوال کیا جائے کہ وہ کیون روتے ہین تو اکثر ایسے ہون گے جو جواب سے عاجز نظر آئین گے۔ کیا موت پر اس لیے گریہ ہوتا ہے کہ مردہ کسی تکلیف و مصیبت مین مبتلا ہو جاتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو کوئی شخص اپنے ہم مذہب عزیز پر نہ روتا کیونکہ اوس کو یقین ہوتا ہے کہ وہ جنت مین جائیگا اور دشمنان خدا پر روتا کیونکہ اون کا معذب ہونا معلوم ہے لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے نہ فطرت اس کے ساتھ ہے نہ عقل اسکو گوارہ کرتی ہے نہ شرع کا یہ حکم ہے پھر موت پر گریہ کی وجہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ گریہ نتیجہ حزن قلب ہے انسان کے خلاف طبع جب کوئی امر رونما ہوتا ہے تو وہ غمگین ہوتا ہے یہ غم کبھی بڑھتا ہے اور بخارات قلب سے صعود کرتے ہین اور آنکھون سے نکلتے ہین انسان جسکو محبوب رکھتا ہے اوس کی مفارقت گوارہ نہین کرتا اگر وہ جدا ہو تو قلب محزون ہوتا ہے اگر جدائی چند روز کے لیے ہو تو حزن بھی اوسی کے انداز سے معمولی ہوتا ہے خصوصاً امید ملاقات اوس حزن کو محو کرتی رہتی ہے اگر فراق طویل ہو تو حزن بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن چونکہ معلوم ہے کہ فراق ایک محدود مدت کے لیے ہے لہذا فی الجملہ تشفی رہتی ہے اور اگر فراق غیر محدود ہو اور یہ علم ہو کہ اب دنیا مین ملاقات ناممکن ہے تو ظاہر ہے کہ حزن بھی اوتنا ہی زیادہ ہوگا جو کبھی گریہ کی حد تک اور کبھی نالہ و آہ تک کبھی نوحہ تک پہنچے گا موت اسی غیر محدود مفارقت کا دروازہ ہے لہذا گریہ کا تعلق موت سے نہین بلکہ اس غیر محدود فراق سے ہے۔ دنیا مین احباب و اقارب کی جدائی پر بقدر علاقہ محبت تاثر ہوتا ہے باوجودیکہ ہم کو معلوم رہتا ہے کہ وہ زندہ ہین لیکن گریہ کا تعلق حیات و موت سے نہین بلکہ فراق سے ہے قرآن نے اعلان کیا کہ مومنین ہمیشہ جنت مین رہین گے لہذا ہم جانتے ہین کہ صرف شہید نہین بلکہ ہر مومن زندہ جاوید ہے اور وہ وہان ابدی راحتین پاتا ہے لیکن ہم روتے ہین نہ اس لیے کہ وہ وہان کسی تکلیف مین ہوگا اور نہ موت پر

بلکہ ابدی فراق پر اور خود اپنی مصیبت پر جو اوس کی جدائی کی صورت میں ہم پر نازل ہوئی یہ گریہ شرعاً عقلاً اخلاقاً جائز ہے

انبیا علیہ السلام کے گریہ کی وجہ

سابق میں مذکور ہوا کہ گریہ نتیجہ حزن ہے اور حزن نتیجہ تعلق قلب ہے انبیا علیہم السلام کا پاکیزہ گروہ نفسانی خواہشات اور بشری تعلقات سے بلند ہے اونکا ارادہ تابع ارادہ الٰہی ہے اون کے اعضا مشیت ربانی کے ماتحت کام کرتے ہیں اونکا محبوب صرف خداوند عالم ہے یا جو اوس کا محبوب ہو چونکہ محبوب کے محبوب سے بھی محبت لازم ہے اسلیئے کہ یہ کمال محبت کی دلیل ہے ان کے علاوہ اور جس سے بھی وہ محبت کرتے تھے اوس کا مرجع بھی محبت الٰہی تھی چونکہ نرم دلی اور ترحم ممدوح صفت ہے لہذا اپنے اقارب یا اولاد وغیرہ کے ساتھ مواسات و الفت لازمہ انسانیت ہے، لیکن محبوبان و مقربان الٰہی کی مثل اونکو کسی سے انس نہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوب کو حضرت یوسفؑ سے جتنی محبت تھی اپنے دوسرے بیٹوں سے نہ تھی چونکہ یوسفؑ درجہ نبوت پر فائز تھے اور محبوب خدا تھے اون کے فراق پر وہ اسی سال تک روئے اور اون کے دوسرے بھائی بنیامین کے فراق میں اتنا اظہار ملال نہ کیا اس عبارت پر غور کرنے سے خصوصاً انبیا و اولیا علیہم السلام کے گریہ کی اہمیت اور اون کی مصیبت میں گریہ کی ممدوحیت واضح ہو گی۔

ختامہٗ مسک

تمہیدیں ختم ہو گئیں مقدمات طے ہو چکے صاحبان انصاف کے لیے نتیجہ واضح ہے حضرت رسالتمآب کے حضرت ابراہیم پر گریہ نے اور حضرت یعقوب کے حضرت یوسف پر گریہ نے ثابت کیا کہ امام حسینؑ پر رونا جائز ہے حضرت رسولؐ کے اس اظہار افسوس نے کہ حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں،، بتلایا کہ اگر مظلوم حسین پر کوئی نہ روتا تو آپ کی روح افسوس کرتی حضرت حمزہ کی شہادت پر گریہ کرنے والوں کو جناب رسالتمآب کی دعائے خیر کرنے نے ہمیں امیدوار بنایا کہ اون کے محبوب فرزند حسین کی شہادت پر گریہ کرنے سے ہم آپ کی دعائے خیر کے اہل بنتے ہیں حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی جدائی کے غم میں سو شہیدوں کا اجر عطا ہونے نے ظاہر کیا کہ مصائب امام حسین پر گریہ باعث اجر ہے۔

ماتمداران حسینؑ کیلئے نادر موقع

حدیث خوانوں کو مژدہ

سیرۃ پنجتن۔ وہ گرانبہا کتاب ہے جسکو ہر شیعہ کے گھر میں ہونا چاہیئے حق یہ ہے کہ فاضل مولف عالیجناب نواب رضا علی خانصاحب نے زمانہ کی ضرورتوں کا لحاظ کر کے کتاب میں ۱۲ مجلسیں اس حسن و خوبی کے ساتھ جمع کی ہیں کہ ہر مجلس کی ابتدا قرآن مجید کی آیت سے اور انتہا مصائب واقعات کربلا عبارت نہایت سلیس الفاظ شستہ یہ وہ کتاب ہے جس پر ملک کے [illegible] فرمایا مثلاً الواعظ لکھنؤ، سرفراز لکھنؤ، العصر امرتسر [illegible] نہایت اچھا تبصرہ کیا تھا۔ امسال بھی شائقین کے اصرار سے مولف نے چند نسخے نصف قیمت پر دینا منظور فرما لیا اور رعایت ۳۰ صفر ۱۳۵۵ھ تک رہیگی۔ تقطیع ۲۰×۳۰ صفحات ۲۴۴ اصلی قیمت [illegible] رعایتی [illegible] ٹکٹ کے بھیجنے والے کو محصول معاف وی پی منگانے سے ۳ رجسٹری کے زیادہ دینا پڑیں گے۔

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر شہر یار [illegible] حسین [illegible]
امین الدولہ پارک لکھنؤ

نظم

از جناب کامل صاحب کراروی

ہیں فخر مریم و سارا و ہاجرا زینب
کہ بعد فاطمہ ہیں مثل فاطمہ زینب

نبیؐ کی روح رواں جان پنجتن ہیں یہ
علی کی بیٹی ہیں شبیر کی بہن ہیں یہ

اسی سے اور بھی بنت رسولؐ کو تھیں حبیب
یہ عہد طفلی سے تھیں عاشق حسین غریب

تھا اتحاد یہ دونوں کے گھر کا گھر قرباں
حسین انپہ تھے یہ تھیں حسین پر قرباں

لکھا ہوا ہے کہ بعد تلاوت قرآں
جو محو خواب ہوئی ایک دن بتول کی جان

سرک گیا رخِ انور سے گوشۂ چادر
شعاع مہر پڑی آفتاب عصمت پر

بہن جو سایۂ گردوں میں بے نقاب ہوئی
یہ دیکھکر دل شبیر کو نہ تاب ہوئی

دل حسین کو صدمے بڑے ہوئے اسدم
یہ کرکے سایۂ دامن کھڑے ہوئے اسدم

ہوئیں جو زینب ذیجاہ خواب سے بیدار
یہ حال دیکھکے باقی رہا نہ صبر و قرار

سوائے اسکے نہ کچھ منہ سے اس گھڑی نکلا
علی کی بیٹی نہیں ہوں اگر نہ اسکا صلا

یہ بات بھولی نہ زینب کو پھر کسی عنواں
مثال یاد خدا قلب میں رہی پنہاں

غرض کہ رنگ زمانے کا یک بیک بدلا
حسینؑ آ کے گھرے درمیانِ کرب و بلا

دہم کو ماہ محرم کی یہ ہوا انجام
کہ وقت عصر اکیلے ہوئے امام انام

وہ افتخار عراق و عرب شہید ہوئے
جو ناصران شہ دین تھے سب شہید ہوئے

لہو میں ڈوبے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
تھے قتل گاہ میں سب گردنیں کٹائے ہوئے

سوائے عالم تنہائی تھا نہ کوئی انیس
تو بیکسی یہ صدا دیتی تھی بقول نفیس

مقام ہو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے در دولت پہ خاک اڑتی ہے

جو روئے آکے قریب فرس شہ والا
علی کے شیر کی آئی ترائی سے یہ صدا

اگرچہ سر نہیں گردن پہ اور کٹے ہیں ہات
مگر جو پھر ہو ترا حکم اے شہ خوش ذات

پس فنا بھی غلامانہ کام دوں آکر
رکاب دست بریدہ سے تھام لوں آکر

یہ سنکے تیر مصیبت جو دل کے پار ہوا
سوار دوش نبیؐ رخش پر سوار ہوا

دکھائی رن میں جو شیر بتول کی تاثیر
شباب شیر الٰہی کی بن گئے تصویر

ہوا جو حملہ کناں رن میں ابن شیر خدا
ہر ایک سمت سے آئی اماں اماں کی صدا

زمین کانپی ہلا عرش کوہ تھرائے
سوار مسجد کوفہ سے جا کے ٹکرائے

نبی کا واسطہ دینے لگے جو بد کردار
زمیں کو روک کے حضرت نے روک لی تلوار

نماز عصر کا جو وقت آگیا تھا قریں
اتر کے گھوڑے سے تشریف لائے سوئے زمیں

تھا کربلا میں یہ اسلام کا طریق نیا
نماز میں سر فرزند مصطفےٰ کاٹا

غضب کی دھوپ وہ اور جسم پاش پاش حسینؑ
زمین گرم پہ عریاں پڑی تھی لاش حسینؑ

بہن نے بھائی کا یہ حال دیکھا جب آکر
کئے وہ بین کہ ہلنے لگے عدو کے جگر

اسی زمانے کا زینبؑ کو پھر خیال آیا
کہ جب حسینؑ نے سایہ کیا تھا دامن کا

برہنہ سر تھیں وہ خود ہی کہ چھن چکی تھی ردا
بچاتیں دھوپ سے کس طرح شاہ کا لاشا

مگر حسینؑ کے احسان کا یوں دیا بدلا
کہ بال ہاتھوں پہ بکھرا کے کر لیا سایا

بجا ہے جتنا بھی رقت کا جوش ہو کامل
نہیں ہے تاب رقم اب خموش ہو کامل

دلا میں ڈوبا ہے اُنکی جو سے دلا والے
تو کیوں نہ درد کریں تیری کربلا والے

نظم

از جناب محمد سلمان صاحب صبا ضیائی بدایونی

عاشور کو مقتل میں ساماں تھا یہ محشر کا
حلق شہ والا پر خنجر تھا ستمگر کا

بچہ بھی ہوا فدیہ کیا خالق اکبر کا
خالی نظر آتا ہے جھولا علی اصغر کا

زینب سے کہا شہ نے ہمشیر کمر ٹوٹی
خوں بہہ گیا دریا پر عباس دلاور کا

فضہ نے کہا آکر خیمہ میں یہ زینب سے
برچھی سے ہوا زخمی سینہ علی اکبر کا

عاشور محرم کی رخصت بھی قیامت تھی
رو رو کے گلے ملنا شبیر سے خواہر کا

محشر تھا قیامت تھی خیمے سے شہ دیں کا
مرنے کے لئے جانا اور روکنا دختر کا

لٹی گئی مقتل میں بھائی سے بچھڑ کر میں
نوحہ تھا سر مقتل یہ زینب مضطر کا

بازار میں کوفے کے پھرتے تھے لعیں ہنس کر
اونٹوں پہ رسن بستہ کنبہ ہے پیمبر کا

وہ امتی کیسے تھے حیراں ہوں صبا جنکو
کچھ پاس پیمبر تھا نہ خوف تھا داور کا

دُنیائے اسلام کی شہادت

کیا انصار حسین ایک مخصوص طبقہ کے افراد تھے

آفتاب لکھنؤ کے شبہات کا فیصلہ کُن جواب

از جناب مولانا سید آقا مہدی صاحب رضوی سابق اڈیٹر الواعظ

ہماری جانیں نثار اس گلدستۂ وفا پر جس کا ہر پھول قصر شہادت کے زیب زین میں برابر سے حصہ لے رہا تھا اسکی عنبر بیز شمیم حسین غریب سے پھوٹ کر مشام جان کو معطر کر رہی تھی۔ سنگدل دشمن چاہتے تھے کہ گلستان رسالت کے پودوں کو پانی نہ دیکر خشک کر دیں مگر دست قدرت آبیاری پر تیار تھا نخل شہادت پھیلتا گیا اور نامیہ نے وہ برگ وبار پیدا کیے جو کبھی پژمردہ ہونے بل احیاء انکی نوید تعلی ہی یہ دوسری بات ہے کہ چند دشمن دین دنیاتہ الرسول یعنی حسین ابن علی کے وقار گھٹانے پر تلے ہیں جیسی دنیا جانتی ہے مدیر آفتاب مظلوم کربلا کی بلندی و تفوق پر پردہ ڈالنے میں ہمیشہ سے سرگرم ہے اسکی دلی آرزو ہے کہ کسی طرح عزاداری بند ہو جائے حسینی مشن فنا ہو جائے۔

آفتاب کے تمس آلود صفحات میں کئی مقام پر بڑے طمطراق سے شہادت عظمی کو سبک کرنیکی کوشش کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ دنیائے اسلام کے مشہور خاندان اور سر برآوردہ لوگ امام کونین کے ساتھ نہ تھے سفر غربت حسین کی ذاتی رائے تھی۔

حاشا و کلا بجز چند لڑکوں اور نوجوانوں کے جو خود حضرت حسین کی ولایت میں تھے اور جنکی مجموعی تعداد مع اپنی اولاد کے سترہ یا زیادہ سے زیادہ بائیس تک پہونچتی ہے کسی نے بھی تو ساتھ نہ دیا کیا یہی سترہ تن اعظیم الشان خاندان میں سے تھے۔

(آفتاب شہید نمبر ص۲ محرم ۱۳۵۵ ہجری)۔

قبل اسکے کہ میں اس شبہہ کا کسی قدر تفصیل سے جواب دوں۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مدیر آفتاب کو اگر آنحضرات کی شخصیت کا تعارف ہوتا تو اس اقلیت کو نظر استحقار سے ہرگز نہ دیکھتے نوجوان ہوں یا لڑکے اس نزاع لفظی میں پڑنا منظور نہیں اس سے کسے انکار ہے کہ یہ سترہ مقدس ترین نفوس خواہ کتنے ہی کمسن و کم عمر کیوں نہوں منتخب روزگار تھے آل محمد کا ساتھ دینے سے معلوم ہوا کہ انکی ذہنیت اسلامیان عصر سے ممتاز تھی ناواقف مدیر پوچھتا ہے کہ کیا یہی سترہ تن اس عظیم الشان خاندان میں سے تھے میں کہتا ہوں کہ بیشک یہی سترہ تن وہ تھے جنکی سیادت ونجابت۔ وفا بہادری کا کائنات میں نمونہ نہ تھا ما علی وجہ الارض لهم شبیہ روئے زمین پر انصار حسین کی نظیر نہ تھی (استیعاب فی فضائل الاصحاب جلد اول ص۱۹۸ حیدرآباد) افضلیت جب ان انصار دین کا حصہ ہے تو انکے سامنے تمکو کوئی نام پیش کرنے کا حق نہیں اور ماننا پڑے گا کہ جنہنے ساتھ نہ دیا اسکی شومی طالع تھی۔ آگے چلکر چند مشہور صحابیوں کے نام لکھکر مسلمانان عالم کو دھوکا دیتے ہوئے رقمطراز ہے ”مگر یہ ایسے پاک محب علی تھے کہ حضرت سید الشہداء کی دعوت جہاد میں شریک نہ ہوئے (آفتاب ص۳ محرم ۱۳۵۵ ہجری) الحمد للہ کہ شیعوں کے خلاف اس مزید خامہ فرسائی سے کم از کم مظلوم کربلا کا سید الشہداء ہونا ثابت ہو گیا ہم شکر گزار ہیں

کہ ہمارے رسالہ سید الشہداء کے مطالعہ کے بعد مدیر آفتاب کے خیالات
میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ناظرین کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ اس سلسلہ
میں واقعہ کربلا میں جن اصحاب رسول کی عدم موجودگی سے شہادت
حسین کی تحقیر کی ہے ان میں زید بن ارقم کا بھی نام لیا ہے
جو فقدان عقل سے کسی شمار میں نہ تھے ابن زیاد نے دربار عام میں انکی
پیرانہ سالی کی یہ کیسی تصویر کشی کی ہے لولا انک شیخ قد ذهب
عقلک لضربت عنقک (تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد چہارم
صفحہ ۳۴) اگر تو بڈھا نہ ہوتا اور عقل کو کھو نہ چکا تو میں ضرور گردن
زدنی کا حکم دیتا ایسے مرفوع القلم اصحاب کے ہونے سے واقعہ
کربلا کی عظمت ہرگز کم نہیں ہو سکتی۔

آخر میں اس زمانہ کے دیگر سر برآوردہ لوگوں کے نام لیکر
مذکورہ بالا شبہ کو پوری قوت دی ہے ملاحظہ ہو مگر افسوس یہ شیعہ
خاص بزمانہ شہادت سید الشہداء علیہ السلام گرد و نواح کوفہ میں
موجود تھے لیکن کسی قسم کی نصرت کی (آفتاب لکھنؤ شہید نمبر صفحہ ۱۲۵ [illegible]
ہم مجبور ہیں کہ مدیر آفتاب کے استبعاد کا نام تجاہل عارفانہ رکھیں یہ سچ ہے
نکتہ چینی بہت آسان ہے اور کسی حقیقت کے خلاف صدا بلند کرنا ناممکن
نہیں لیکن ابھی جہالت کی گھنگھور گھٹا میں ساری دنیا تک نہیں پہونچی
ہیں اور جہاں تعصب کی سیاہ گھٹا میں حقانیت کی تجلیاں
کوندتی ہیں وہاں [illegible] کبھی کبھی مطلع صاف بھی نظر آتا ہے مدیر آفتاب
کو زیادہ تعجب اس بات کا ہے مسیب، سلیمان بن صرد، ابراہیم
جو خروج مختار کے وقت انکے ساتھ تھے آج کیوں [illegible]
جمع ہوگئے؟ اسیکا نام تعصب، ہٹ دھرمی، ستم ظریفی ہے
ایکطرف تو چند مظلوموں کو ہشیار زنجیروں میں قید کر دیا اور پھر
پوچھا جاتا ہے کہ ناصر و مددگار کہاں ہیں۔ اگر تعصب سے بچنے
تو ہمسے پوچھو یزید کی چیرہ دستی کتنی ہی سہی مگر یہ بلند و بالا ہستیاں
روشن خیال افراد ہرگز نہ سمجھتے تھے کہ ابن نبی کے نواسہ کے ساتھ
ایسے ظلم اور انسانیت سوز برتاؤ کریگی اور جو دور بین عاقبت
اندیش زمانہ کی ہوا کو سمجھ بھی گئے تھے ان کے اور امام کے درمیان
یزید کی ٹڈی دل فوج سد راہ تھی یزید کی سطوت و جبر و [illegible]

راہ میں پہرے بٹھا دیئے تھے کتنے دوست قیدخانوں میں دوہری
دوہری بیڑیاں پہنے ہوئے اسیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے
چاروں طرف کی ناکہ بندی سے امام انام کی حیثیت ایک قیدی
کی سی تھی اگر ہماری نقلیں باور نہوں تو اپنے بلند پایہ مورخ علامہ
ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد
الواحد شیبانی المعروف با بن اثیر جزری سے پوچھو وہ منصفانہ
حیثیت سے دشت نینوا کے جگرسوز حادثہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فوج
خدا کے ہراول حضرت حر بن یزید ریاحی کی حقیقت آگین گفتگو
پیش کرتا ہے اس شہید راہ خدا نے اپنی گفت و شنید میں حسینی مصائب
کی تصویر کھینچدی ہے فاصبح کالاسیر لایملک لنفسہ نفعا
ولا یدفع عنها ضرا (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۸) حسین بن علی کو کوفہ
و شام کی فوج نے ہر طرف سے گھیر کر قید کر دیا ہے نہ تو وہ اپنی ذات کو
کسی قسم کی مدد پہونچا سکتے ہیں اور نہ دشمنوں سے مدافعت کا امکان ہے
اس تاریخی شہادت کے بعد غالبا اعتراض کی رگ حیات میں دم باقی نہ رہیگا
واقعا حسین بن علی تک دوستوں کا پہونچنا دشوار تھا۔

پھر خاتمہ کلام میں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ با ایں ہمہ مواقع فرزند رسول الثقلین
الثقلین کے ساتھ دنیائے اسلام میں سارے شیدایان مذہب تھے
عرب کے بیشتر قبیلے تھے جو مسلمانوں کے تقریبا تمام نمایندے تھے،
مکہ، مدینہ، شام، ہمدان، یمن، اسلامی دنیا میں جہاں جہاں
مظلومیت کا چرچا ہو چکا تھا وہاں کے ممبر موجود تھے۔

مکہ کے باشندوں میں قبیلہ بنی خزاعہ سے زاہد عمرو بن حمق کے
غلام اور بنی شیبہ سے جبلہ بن علی، حنظلہ بن اسعد امام کے ساتھ تھے
مدینہ میں خاندان بنی ہاشم سے آل جعفر، عقیل، اولاد حسن مجتبی،
اولاد حسین بن علی علیہم الصلوۃ والسلام موجود تھی۔

صیدا مملکت شام میں دریا کے کنارے سمت شمال ایک مقام ہے
وہاں کے قیس بن مسہر، عمر بن خالد حاضر تھے
شام سے حنظلہ بن سعد موجود تھے۔

حضرموت مضافات یمن میں ایک قدیم شہر ہے وہاں سے بشر بن عمر،
عمر بن جندب آئے۔

ضبیع ایک موضع کا نام ہے وہاں سے حری بن مالک اور عمر بن ضبیعہ حاضر ہوئے۔

ھمدان سے یزید بن حصین، عمار بن ابی سلامہ، سوار بن ابی حمیر مالک بن عبداللہ پہونچے۔

یمن کے جتنے خدا شناس گھرانے ہیں وہ سب کربلا میں ایک نقطہ پر سمٹ آئے تھے۔ قبائل یمن میں قبیلہ ازد سے حیان بن حارث اسلم بن کثیر، زہیر بن سلیم، قاسم بن حبیب قبیلہ جعف سے عمران بن کعب، زید بن معقل، حجاج بن مسروق قبیلہ خولان سے جندب بن حجر قبیلہ کندہ سے یزید بن زیاد بن مظاہر قبیلہ بجیلہ سے عبداللہ بن حکارہ، زہیر بن قین قبیلہ مراد سے نافع بن ہلال بن نافع قبیلہ مذحج سے عمیر بن عبداللہ قبیلہ اصبح سے انیس بن معقل قبیلہ تغلب، قبیلہ ریاح، قبیلہ کلاب قبیلہ جہنیہ قبیلہ مازن اور دیگر قبائل عرب کے سچے مسلمان بھی اپنے رسول کے فرزند کے ساتھ موجود تھے جنکو یزیدی طاقت نے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلادیا شہادت حسین سے صرف بنی ہاشم ہی میں رنج و غم کی لہر دوڑ نہیں گئی بلکہ مکہ دشام صیدا حضرموت ہمدان یمن اور دیگر اسلامی خطوں میں گھر گھر صف ماتم بچھی اگر موقع ملا تو انشاء اللہ العزیز ہم اسلامی دنیا کے دیگر مواضعات کا نام بتائینگے جہاں جہاں سے حسین ابن علی روحی فداہ کے پاس اہل ایمان پروانہ وار جمع ہوگئے تھے امید ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس پہلے مضمون کو دیگر جرائد بھی نقل کرینگے

والسلام

آغا مہدی رضوی

رجال بخاری

فاضل محترم جناب مولانا عبدالحسین صاحب قبلہ دامت برکاتہ کی مقبول عام کتاب کا دوسرا حصّہ بھی چھپکر تیار ہوگیا ہے اس مفید تالیف میں حرف دال سے عین تک صحیح بخاری کے پچاس راویوں کا کچا چٹھا کتب اہلسنت سے اصل عبارتوں کیساتھ پیش کیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سواد اعظم کی سب سے معتبر کتاب صحیح بخاری کیسے کیسے راویوں کے اقوال کا مجموعہ ہے اہلبیت علیہم السلام سے راہ نجات کی عداوت میں حق کیخلاف جہاد باطل نوازی کتب بخاری کو بڑی تحقیق سے اس میں دکھایا گیا ہے حجم ۱۴۴ صفحہ تقطیع خورد قیمت ۶ر

سلام

از جناب شمس الضحیٰ صاحب بسمل جیالوری

ریگ زار آتشیں پر شہ تھے بسمل زیر تیغ
ہنس رہا تھا حلق پیاسا رکھکے قاتل زیر تیغ

دیکھ کر مرحب کا سر خوش ہو کے بولے مصطفیٰ
ہوگیا لو حق کے ہاتھوں آج باطل زیر تیغ

چہرۂ عباس کا اللہ رے رعب و جلال
ہو رہے ہیں جنبش ابرو سے قاتل زیر تیغ

نزع میں حر تھا صدا دیتا تھا ہاتف مرحبا
دم میں آساں ہوگئی جتنی تھی مشکل زیر تیغ

خاک سر پر کیوں نہ ڈالیں تاجدار انبیاء
ریت پر ہے فاطمہ کا پارۂ دل زیر تیغ

ہو رہے تھے ذبح شہ کہتی تھی زینب وادریغ
کیوں نہ خواہر بھی ہوئی بھائی کے شامل زیر تیغ

لب پہ امت کو دعائیں دل میں یاد کبریا
یوں شہ کرب و بلا کے تھے مشاغل زیر تیغ

کیوں نہ موجوں سے گریباں چاک ہو آب فرات
جب ہو پیاسا فاطمہ کا لعل بسمل زیر تیغ

بے نظیر مجاہد

از جناب مولانا سید محمد نقی صاحب لکھنوی امام جمعہ وجماعت سہالن پور ؛

نگاہیں اسکے مصداق کی جستجو میں دور دور نکلجاتی ہیں۔ اقصاء عالم کا جائزہ لیتی ہیں اور واپس آجاتی ہیں۔ حدود ادراک کے گوشہ گوشہ کو جھانتی ہیں اور پلٹ آتی ہیں صرف اسلیئے کہ وہ کو نسا پیکر نورانی اور جانباز لاثانی ہے جو اس خلعت بیش قیمت بلکہ بے بہا کو زیب جسم کیئے ہوئے ہے دنیا کے چپہ چپہ دیکھ ڈالئے کونہ کونہ چھان مارئیے۔ کوششیں ناکام اور مساعی خستہ و بے حال نظر آئیں گے۔ یہ صرف اسلئے کہ ہمارے دماغ میں ابھی تک یہ خیال راسخ ہے کہ یہ زرنگار طلعت اُس سورما کا حصّہ ہے جس نے اپنی خداداد قوت سے ہزاروں نبرد آزماؤنکو زیر کیا ہو۔ جسنے ربانی طاقت کی امداد سے صدہا میں تنوں کو نیچا دکھایا ہو۔ جسکی تیز تلوار نے ہر جنگ میں دلیروں اور دیدہ زیب گل کہلائے ہوں۔ اور دشمنوں کے دلوں میں نہ مٹنے والا سکہ بٹھایا ہو۔ جسنے ہولناک سے ہولناک اور خطرناک سے خطرناک معرکہ میں تیغ آبدار کے بیمثال جوہر دکھائے ہوں۔ جس کے بازو نے در خیبر جیسی سنگین و گرانقدر کو پرکاہ سے زیادہ وزن نہ دیا ہو۔ اور قلعہ کی مضبوط بنیادوں اور مستحکم دیوار ونکی کوئی حقیقت نہ سمجھی ہو۔ جسکی شجاعت نے مرحب و عنتر کو بے بساط غبار کیا ہو۔ جس کی بسالت نے عالم کے بہادر ونکی یاد حرف غلط کی طرح مٹادی اور انکے افسانے زبانوں سے دور کر دیئے ہوں۔ جسکے دبدبے نے شیر فگن دلیروں کے زہرے آب کر دیئے ہوں۔ جسکی لاجواب ہمت جہاں بھر تک سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہو۔ جسکے بائیں ہاتھ کی اونگلیوں نے فولاد کے دلمیں جگہ پائی ہو۔ جسکے بے پناہ نیزہ نے مقابل کے سینہ میں اپنی روح کیلیئے بے شمار دہن کھولدیئے ہوں۔ حریف جسکے سامنے سے فرار کو بھی اپنا ہنر سمجھتا ہو اور اس جانبری پر بجا فخر و مباہات کرتا ہو جسنے بچپنے ہی میں جسکے طمانچے نے کفر کا منہ موڑ دیا ہو۔ کہیں میں جسکی چٹکیوں نے کلہ اژدر کو چیر دیا ہو۔ وہ جسنے سنگدل بتونکو سرنگوں کر کے چھوڑا۔ وہ جسکے کارناموں نے بدر میں چار چاند لگا دئے۔ وہ جس نے احد کی بگڑی ہوئی لڑائی کو تن تنہا بنا لیا۔ وہ جس نے حنین کے میدان کو اکیلے سر کیا۔ بیشک بیشک۔ یہ تاج علیؑ کے سر کو سجتا ہے۔ لیکن مولائے مومنین آقائے نامدار علی علیہ السلام نے اسکو اپنے پاس نہیں رکھا۔ یہ اکلیل مرصع شیر خدا نے بطور انعام اپنے پوتے کو دے ڈالا۔ جب اس مجاہد نے اس تاج کو اپنے سر پر رکھا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ تاج اسی سر کے لیئے ہوا اور یہ سر اسی تاج کیلئے۔

یہ کون مجاہد ہے؟

کیا کڑیل جوان علی اکبر ہیں نہیں نہیں۔ یہ وہ مجاہد ہے جسکی ہر ادا ممتاز ہر اشارہ بے مثل۔ ہر بات بے نظیر۔ ہر طرز نرالا۔ وہ کون ہے بہادروں کا سرتاج۔ دلیروں کا بادشاہ۔ شیروں کا شیر۔ حسینؑ مظلوم کا نور نظر۔ رباب کا جایا۔ گہوارے کی زینت۔ آغوش کا سہارا۔ گھر بھر کا بہلاوا۔ صغرا کا چاہنے والا بھائی۔ سکینہ کا کھلونا۔ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا چھوٹا پوتا علی اصغرؑ ہے۔ جسکی لاجواب شجاعت و بہادری پر سرزمین عراق کی تیز تیز گرم ہوائیں گواہ۔ فرات کا صاف شفاف بہتا ہوا پانی گواہ۔ کربلا کی ہولناک فضا گواہ۔ دشمن کی تمام سپاہ گواہ۔ حرملہ کا سہ شعبہ تیر گواہ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ۔ جناب رباب کی فریاد گواہ۔ زینبؑ ناشاد کا نالہ دلگیر گواہ۔ حسین کا مرثیہ گواہ۔ مومنین کا دن گواہ۔ یہ ہی وہ شیر ہے جس پر قریب اگر حملہ کی تاب کوئی نہ لاسکا۔ گو بظاہر علی اصغرؑ کے لئے دنیا کی وسعت آغوش مادر ہی محدود تھی۔ مگر واہ رے شیر۔ واہ رے دلیر۔ ماں کی گود سے کنار مادر گیتی میں کس مسکراہٹ کے ساتھ ہمک گیا۔ جو ابھی گھٹنوں بھی نہ چلا ہو وہ میدان میں یوں کھیلے۔ ابھی ایام مہد گزرنے بھی نہ پائے تھے اور یہ شاندار جنگ الہی تیری شان و قدرت۔

اے میرے ننھے مجاہد۔ اے میرے بیشیر مولا یہ تیرا ہی کام تھا اے میرے معصوم سپاہی تیرے دادا نے اگر گہوارے میں اژدر کا کلہ چیرا تو تو نے بھی چھوٹے ہی میں وہ کام کیا جسکا جواب تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اے شہنشاہ غازی میدا کی طرف رخ کر کے تو نے یہ

بھی نہ دیکھا کہ زمیں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ قیامت خیز لو چل رہی ہے۔ آسمان سے آگ برس رہی ہے۔ کیا رزم کیا بزم ہر حیثیت میں امتیاز کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ لبیک کہی تو ممتاز۔ اذن جہاد مانگا تو وہ بھی ممتاز انداز سے۔ چال چلے تو ممتاز۔ سواری پائی تو ممتاز۔ ہتھیار سجائے تو ممتاز۔ رخصت جہاد ملی تو ممتاز۔ طریق کارزار بھی ممتاز۔ عنوان شہادت بھی ممتاز۔ شہادت حسینؑ سے کیا شہادت کے تعلقات بھی ممتاز۔ اس امر میں حسینؑ کا اہتمام بھی ممتاز۔ انکی شمشیر بھی ممتاز۔ نیام شمشیر بھی ممتاز۔ زخم شمشیر بھی ممتاز۔ عمر مجاہد بھی ممتاز۔ کبھی کسی نے چھ مہینے والے کو میدان کارزار میں جلتے دیکھا ہو تو بتاؤ۔ سید الشہدا یکے بعد دیگرے جب تمام قربانیاں بارگاہ رب العزت میں بعد خلوص پیش کر چکے۔ اب اپنے پیروں سے میدان میں آنیوالا کوئی باقی نہ رہا۔ صرف ایک بیمار جو کسیطرح کارزار کے قابل نہیں۔ اب نہ دوست تھے نہ مددگار۔ نہ اعزا رہے نہ اصحاب۔ رشتہ داروں کے خیمے ویران۔ انصار کے خیموں میں فرش ہی فرش تھا۔ رات کے جاگے ہوئے صبح قیامت کے انتظار میں محو خواب شہادت تھے۔ خیام کی خاموش فضا مرنے والوں کا ماتم کر رہی تھی۔ سکوت عام جانثاروں کا نوحہ پڑھ رہا تھا۔ حبیب جیسا دست راہی خلد بریں ہو چکا تھا۔ مسلم بن عوسجہ جیسا مددگار جان بحق تسلیم کر چکا تھا۔ زہیر جیسا طرفدار شرط وفاپوری کر چکا تھا۔ وہب جیسا سپاہی ملک عدم کو آباد کر چکا تھا۔ قاسمؑ جیسا بھتیجا بہشت میں اپنا گھر بنا چکا تھا۔ عباسؑ علمدار جیسا وفاشعار برابر والا بھائی بندکر توڑ چکا تھا۔ علی اکبرؑ جیسا کڑیل جوان داغ مفارقت دے چکا تھا۔ اب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نازپروردہ۔ ظلم شعار اعدا۔ خونخوار اعدا کے نرغہ میں وحیداً فریداً رہ گیا تھا۔ اللہ کیا وہ دل بھی بشر ہی کا دل ہے جو تھوڑے عرصہ میں یوں فگار ہو سکے اور ایسے ایسے داغ مفارقت جہاں اپنا گھر کر لیں۔ اے خدا کیا ایسے وقت میں بھی بشر دامن بشریت کو سلامت رکھ سکتا ہے۔ اللہ اکبر بشر کی منزل کتنی بلند ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ان تمام واقعات کے بعد کیا کسی دل میں گنجائش مصیبت تازہ باقی رہ سکتی ہے؟ میرے خیال میں ہرگز نہیں۔

آئیے پھر حسینؑ پر ایک نظر ڈالیں۔ دیکھئے وہ کوہ استقلال بنے ہوئے میدان میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تاجدار اقلیم صبر و رضا۔ شکیبائی کی جان۔ ہمت کا ایمان سکینہ و وقار کی روح، وان کے چہرہ سے گذرے ہوئے مصائب کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ کیا کوئی اس مبارک چہرہ کو دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ یہ وہی بوڑھا باپ ہے جسکے اٹھارہ سالہ فرزند نے آنکھوں کے سامنے ابھی ابھی ایڑیاں زمیں پر رگڑ کے جان دی ہے۔ اے دلبند رسالت اگر مجھ سے کوئی پوچھے تو میں صاف کہنے کو تیار ہوں کہ یہ آن بان حدود صبر سے کہیں اعلیٰ ہے۔ لیجئے پھر اتمام حجت کے قصد سے خیام الحرم سے دور جاکے افواج اشقیاء کا رخ کیا۔ پھر اپنا حسب نسب لوگوں کو سنایا پھر کہا میں تم کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دیکھنا نہیں چاہتا جب کوئی جواب نہ ملا تو اپنی نصرت یاد دلائی اسی بہانہ سے جنت میں پہنچ جاؤ۔ ارشاد ہوتا ہے ھل من ناصر ینصرنا۔ تم میں کوئی ایسا ہے جو ہماری نصرت کرے۔ اس آواز سے پانی کا جگر موج بنکر تیرا یا۔ ہوا کے جسم لطیف میں لرزہ پیدا ہوا زمیں کانپی۔ جن و ملک میں تہلکہ مچا۔ سب نے پہچان لیا کہ یہ نبیؐ کے سبط اصغر حسینؑ کی آواز حزیں ہے۔ ہر ایک نصرت کو حاضر ہوا اور اپنی اپنی خدمتیں پیش کیں مگر امام کسی کی نصرت گوارہ نہیں فرماتے۔ ایک کو دعائے خیر دیکر رخصت فرماتے ہیں۔ مظلوم کی یہ آواز گہوارہ میں علی اصغرؑ نے بھی سنی۔ عالم بشریہ نے چاہا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں مگر بے بس تھے۔ ہمکے تو گہوارہ سے نیچے گر پڑے۔ کسی بی بی نے دوڑ کے بے زبان کو اٹھا کے کلیجہ سے لگایا۔ اہلحرم یہ دیکھکر زار زار رونے لگے صدائے شیون خیمہ عصمت سے اٹھتی ہوئی گوش ہمایوں تک پہنچی۔ غیر ممکن تھا کہ اپنی جگہ قیام ناممکن ہو گیا۔ سبری زندگی میں اہلبیت کی صدا خیمہ سے کیونکر نکلی واپس تشریف لائے تو دیکھا چھوٹے بڑے سب ہی رو رہے ہیں۔ جناب زینب سے مخاطب ہو کر پوچھا بہن کیا ماجرا ہے۔ مصیبت زدہ بہن نے جواب دیا ماں جائے آپکی بیکسی پر ہم سب بلبلا رہے ہیں آپکی آواز استغاثہ علی اصغر سے نہ سنی گئی اپنے آپ کو تڑپ کے جھولے سے نیچے گرا دیا۔ آپنے دیکھا کیوں کر بے زبان بے خبر نے استغاثہ پر معقول لبیک کہی۔ جنوں کی نصرت نامنظور کرنے والے۔ ملائکہ کی امداد نہ چاہنے والے۔ پانی زمین ہوا کی کمک نہ گوارہ کرنے والے امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی درخواست منظور فرمائی فرمایا بہن لاؤ علی اصغر کو ہمیں دیدو۔ بتایئے ایسا مجاہد کون تھا ایسا شہید کون تھا

جس نے غریب کربلا کی آواز پر یوں لبیک کہی ہو۔ وہ کونسا غازی ہے جس
نے گہوارے سے قدم نکال کر میدان میں جا پہنچے ہوں وہ صرف علی اصغرؑ
نازک بدن غنچہ دہن ہیں۔ حسینؑ نے بعض مجاہدین کو انکی کمسنی کی وجہ سے
اپنے ہاتھوں سے گھوڑے پر سوار کیا مگر ان کے امتیاز کو علی اصغرؑ کے
امتیاز سے کیا لگاؤ۔ یہاں تو امام کے ہاتھ خود اپنے نازپروردہ
کیلئے مرکب بنے ہوئے تھے۔ اس نایاب سواری پر سوار ہو کر شیر خدا کے
شیر نے میدان کا ارادہ کیا۔ حسین علیہ السلام نے مجاہد کی شان کا لحاظ
فرماتے ہوئے دامن عبا کا سایہ کر لیا اور کسی مجاہد کو میدان کارزار
میں یہ سایہ کب نصیب ہوا۔ ناظرین کرام۔ اب ذرا کلیجہ تھام کر اس
گھرانے کے مراتب دیکھیے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نویں محرم کو علی اصغرؑ
پھوپی کی گود میں کیونکر پیاس کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔ کسی
طرح چین نہ ملتا تھا۔ یا دسویں تاریخ دوپہر کے بعد گرمی کی شدت
میں۔ خیمہ سے باہر تپتے میدان میں جہاں لو کے آتش بار جھونکے
آرہے ہیں۔ ایسے چین سے اپنے پدر بزرگوار کے ہاتھوں پر جارہے
تھے کہ ذرا حرکت نہیں مطلق اضطراب نہیں۔ کچھ ایسا سکون تھا
کہ ظالموں کو شبہ ہوا کہ امام مظلوم قرآن مجید ہاتھوں پر لا رہے ہیں۔
ملاعین رتبہ ناشناس تھے مگر پارۂ قرآن ناطق کو قرآن سمجھے۔
مقام غور ہے کیا کسی متحرک چیز پر قرآن کا گمان ہو سکتا تھا؟ ہرگز
نہیں۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغر اسوقت ایسے مطمئن تھے
کہ ذرا ہاتھ پیروں کو جنبش نہ تھی ورنہ یہ خیال کیوں پیدا ہوتا۔ فی الحقیقت
اب علی اصغر کے بے چین ہونیکا کوئی محل نہ تھا۔ سمجھ رہے تھے اب نہ
گہوارہ ہے نہ ماں کی آغوش نہ پھوپی کی گود۔ اب حسینؑ کے ہاتھ ہیں اور
رزمگاہ کا رخ لہذا خاندانی متانت و سنجیدگی جلوہ میں تھی اور
سکون و اطمینان سے راہ خدا کو طے کر رہے تھے۔ اسوقت علی اصغرؑ
کے وہی تیور تھے جو میدان میں جاتے وقت علی مرتضیٰ کے ظہور
ہوا کرتے تھے۔ ممکن ہے نویں کا اضطراب بھی شدت عطش سے
نہ ہو بلکہ میرا پیارا سا آقا میدان میں جانے کیلئے مچل رہا ہو۔ یہ انداز
رفتار بھی مجھے کسی شہید میں نظر نہیں آتے۔

علی اصغرؑ کا رجز۔ حسینؑ غریب میدان میں ایسی جگہ ڈھونڈتے
ہیں جو علی اصغر کے لیے مناسب ہو۔ ایک بلندی پر تشریف لائے۔
دیکھی قربانی کیوقت مظلوم کو بلندی ڈھونڈنے کی ضرورت نہ پڑی یہ
بھی ایک عجیب و غریب راز ہے۔ مقام بھی بلند پھر ہاتھوں پر بلند کیا۔
محل ہے کہ علی اصغرؑ رجز پڑھیں جسطرح اور تمام شہدا نے رجز خوانی
کی مگر یہ شیر خود نہیں بولا زبان حال سے عرض کیا بابا آپ میری طرف
سے رجز پڑھ دیں۔ حسینؑ کلیجہ کے ٹکڑے کو ہاتھوں پر کافی کر کے فرماتے
ہیں دیکھو یہ ساقی کوثر کا پوتا ہے میرا نور نظر ہے۔ کئی دن سے بچہ
بھوکا پیاسا ہے۔ اسکی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے قابل رحم
ہے اسکو تھوڑا سا پانی پلادو۔

اس رجز سے احساس والے دل سینوں میں شق ہوتے ہیں۔
کلیجے منہ کو آتے ہیں۔ لیکن ان بیدینوں کے دل فطرتی اثر سے
بھی محروم تھے کسی کو اتنا رحم بھی نہ آیا کہ پانی کے چند قطرے پیشکر دیتا
اور بے شیر کی جان بچاتا۔ ادہر سفاکیت بہیمیت پر آجائے ہی جسکے
مقابلہ میں مظلوم اپنے قلب کی وسعت کا امتحان دے رہا ہے اور یہ دکھانا
مقصود ہے کہ حسینؑ ابھی تک مصائب کی فراوانی سے نہیں گھبرایا۔
ابھی اور مصیبتوں کی گنجائش باقی ہے۔ پہلے داغ میرے دل کی وسعت
کو نہ پا سکے یہ تازہ داغ اور عجیب النوع داغ مفارقت بھی اسی
دل میں سما سکتا ہے۔ لاریب مصیبتیں تمام ہو گئیں مگر حسین کی علو ہمت
کا سراغ نہ لگا سکیں۔ شاید کوئی یہ کہہ دیتا کہ علی اصغرؑ سے تنہا میدان
میں نہ آیا گیا حسینؑ کو ساتھ لیکر میدان میں آئے اسکی بھی گنجائش
نہ رہی۔ امام حسینؑ نے اشقیا سے خطاب فرما کے ارشاد فرمایا شاید
تم لوگ یہ خیال کرتے کہ میں اس بچہ کے بہانے سے پانی لیکر پی لونگا
اور اپنی پیاس بجھا لونگا۔ تو لو میں اسکو زمین پر لٹائے دیتا ہوں
تم خود آکر اپنے ہاتھ سے پانی پلادو۔ یہ فرما کے مظلوم نے علی اصغرؑ
کو زمین پر لٹا دیا اور خود دور ہٹ گئے۔ اب یہ ننھا مجاہد ہے
اور وہ بلند ٹیلہ تپتی ہوئی زمین ہے اور چمن جناب سیدہ کا یہ
غنچہ ناشگفتہ۔ اولاد والو سچ بتانا کیا یہ پھول ان ہی شعلوں کے
قابل تھا۔ میرا خیال ہی نہیں یقین ہے کہ اگر یزیدی فوج کے
سینوں میں فولاد کے بھی دل ہوتے تو پانی ہو جاتے۔ جنکے قبضہ

میں بہتا ہوا دریا ہو گیا اس بچہ کو چند قطرے نہیں دیسکتا تھا۔ آہن و سنگ جس ضرب کو برداشت نہ کریں سیاہ قلب فوج پر اسکا اثر نہ ہوا اے میرے پیارے ناظرین للہ آپ ہی بتایئے کبھی اپنے کوئی ایسا انسان بھی دیکھا ہے جسکو ایسے بچہ پر ترس نہ آیا ہو میں جانتا ہوں دنیا ایسی مثال نہیں پیش کر سکتی مذہبی اختلاف بھی ہو جب بھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن دیکھئے فوج یزید نے پانی نہ دینا تھا نہ دیا حسینؑ نے اپنے لخت جگر کو زمیں سے اوٹھایا کلیجہ سے لگایا غالباً مرجھائے ہوئے ہونٹوں کا بوسہ دیکر فرمایا میرے لال جو کچھ مجھکو کہنا تھا لیکا آخر تم بھی حجت خدا کے بیٹے ہو اپنی حجت ان ظالموں پر تمام کردو گویا ان الفاظ میں بے نظیر مجاہد کو سنگدل خون آشام سپاہ سے اذن جہاد ملا۔

ننکہ ڈھلے ہوئے سپاہی نے نیام دہن سے سوکھی ہوئی زبان کی ننھی سی شمشیر نکالی اور چند مرتبہ ادھر ادھر گردش دی بس علی اصغر کی کارزار تمام ہوئی۔ اور مجاہدین کی تلواروں نے گلے کاٹے۔ دشمن کو خون میں نہلایا۔ مقابل کے سراپا کو تیغ کی صفائی کا شاہد بنایا مگر بےشیر کی تلوار کی ضرب ہی نرالی تھی۔ اسکی چوٹ قلوب پر نمایاں ہوئی۔ اسلئے انکا زخمی خون کے آنسو رو رہا تھا۔ یہ کچھ بیا عجیب عبرت ناک منظر تھا جس کی زندگی کی جیتی جاگتی تصویریں بھی متحمل نہ ہو سکیں۔ بہت سے بے حیا منہ پھیر کے رونے لگے۔ خدا شاہد ہے ایسی کامیاب کارزار کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ عمر سعد ملعون نے دیکھا میدان سر ہوا جاتا ہے آثار فتح نمایاں ہو چکے ہیں۔ جلد کسی نہ کسی تدبیر سے اس بے نظیر مجاہد کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ یزیدی فوج کے پرے ٹوٹے اور صفین اولٹیں ملعون نے متجس نگاہوں سے حرملہ کو ڈھونڈ کر کہا۔ دیکھو فتح و ظفر کا سہرا اس چھوٹے سے سر پہ بندھا چاہتا ہے۔ اقطع کلام الحسینؑ ارے کیا دیکھتا ہے جلد حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے

گو حرملہ بہت سخت دل تھا مگر مجاہد پر ہاتھ اُٹھانیکی ہمت نہ پڑی اس جرار پر حملہ کرنے سے عذر کیا پسر سعد نے کہا حرملہ بہانہ نہ کر دیکھ وہ سفید سی گلوئے اصغر نظر آ رہی نشانہ بنا لے۔

آہ! آہ! حرملہ نے کمان کاندھے سے لی ترکش سے سہ شعبہ تیر نکالا کمان کی زہ چڑھائی۔ او ظالم تیرے ہاتھ بھی نہیں کانپتے دیکھ زمین تھرا رہی ہے فلک کانپ رہا ہے ہمارا کلیجہ ہلا جاتا ہے معلوم ہوا تو رحم و مروت کے جذبات سے بے بہرہ ہے آہ تیر کہ بیلے میں جو ڑ ہی لیا وہ حلقوم نازنین تاکا۔

کاش یہ چاہنے والے وہاں موجود ہوتے۔ مجھے یقین ہے ضرور اس تیر کو اپنے کلیجہ پر روکتے اور اس ساونت بیاف حسینؑ کے اس جگر گوشہ کو زد سے بچا لیتے۔

خدا ہی جانے حسینؑ علیہ السلام کے پہلو میں کونسا دل تھا۔ یہ چھوٹا بچہ گود میں۔ اور سامنے کمان کڑکی مگر حسینؑ کے قدم جگہ سے نہ ہٹے نہ علی اصغر نے کروٹ بدلی ابھی تک وہ ہی ٹھاٹھ ہیں وہ ہی تیور کہ تیر گراں نے آکر بے شیر کا پہلو بدلا فانقلب الصبی علیٰ یدی الامام سشیشا ہہ تیر کے جھٹکے سے امام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ اے حسینؑ اے مظلوم حسینؑ۔ اے صبر کی جان حسینؑ میں خدا کو حاضر و ناظر جانکے کہتا ہوں تمہارے سوا کوئی باپ اس منظر کو بطیب خاطر نہیں دیکھ سکتا تھا یہ صرف آپکا کام تھا۔ بچہ کا نازک گلا اور آپکا بازو ایک تیر میں چھد گیا مگر ابرو پر میل نہ آیا۔ انتہائے صبر سے کام لیکر بائیں ہاتھ سے بچہ کے گلے اور اپنے بازو سے تیر نکالا۔

علی اصغرؑ اپنی کامیابی پر مسکرائے اور حلقہ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں امام کے چہرہ پر ڈالیں وداعی نگاہوں سے باپ کو دیکھا اور رخصت ہو گئے خدا ہی جانے کہ اس ممتاز شہید کے کارنامے میں وہ کونسی ممتاز شان تھی جسکے لیئے امام حسینؑ نے چاہا کاش میرے تمام چاہنے والے اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ لیتے

اللہ اللہ علی اکبر کے مجاہدہ کے وقت یہ تمنا نہ تھی۔ جناب عباسؑ کی کارزار کے وقت یہ تمنا نہ تھی۔ جناب قاسم و عونؑ و محمدؑ کے وغا کے وقت یہ حسرت نہ تھی خود جب بنفس نفیس معروف پیکار تھے یہ خواہش نہ تھی البتہ علی اصغرؑ کے جہاد کے وقت یہ خیال حسینؑ کے دلکو بے چین کر رہا تھا ارشاد ہوتا ہے۔ لیتکم فی یوم عاشورا جمیعا تنظروا کیف استقی لطفلی فابوا ان یرحموا فرماتے ہیں۔

اے میرے شیعون کاش تم سب اسوقت موجود ہوتے اور دیکھ لیتے کہ میں نے اپنے بچے کیلئے کیونکر پانی مانگا اور ان لوگوں نے رحم کھانے سے کیونکر انکار کر دیا۔

فی الحقیقت شہادۃ علی اصغرؑ میں وہ سبق آموز رموز پوشیدہ ہیں جنکی طرف متوجہ کرنیکے لیے خاص طور سے شیعوں کو مخاطب کیا اور اس خطاب سے درد شناس دلونکو جنگل میدان کیطرف موڑ دیا۔

آج تک کانونمیں حرملہ کی کمان کی کڑک اور تیر کے پرونکے سناٹے کی آواز گونج رہی ہے۔ گویا وہ اپنی آنکھونسے مرتے ہوئے تیر کو دیکھ رہے ہیں اور وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بچہ ہاتھوں پر اچھلا اور حسینؑ نے محبت بھری نگاہ سے بچہ کو دیکھکر چھاتی سے لگایا۔ اور اپنے دل کی وسعت اور علی اصغرؑ کی ہمت کا اعلان فرمایا۔

عزادارون! آپنے دیکھ لیا جہاد راہ خدا کیا عظمت رکھتا ہے۔ اور خوشنودی کردگار کیلئے کیا کیا ذرایع اختیار کرنا پڑتے ہیں اور قوم کی خدمت کیونکر کی جاتی ہے۔ اور دوسرونکے لیے اپنا گھر کسطرح لٹایا جاتا ہے۔ حسینؑ اور حسینؑ کے رفقاء کے خون کا ایک ایک قطرہ ہمکو سبق پڑھا رہا ہے اور ہمارے لیے ایک دستور العمل بنا رہا ہے۔ خود مٹ کے ہم کو بنا گئے۔ لہذا کیا ہمارا فریضہ ایمانی نہیں؟ کہ ہم حسینؑ کے پڑھائے ہوئے سبق کو ہرگز نہ بھولیں۔ حرف حرف ہماری زبان پر ہو۔ دلمیں ہو۔ پیش نظر ہو اور کمسن محسن اسلام علی اصغرؑ کا پڑھایا ہوا سبق ہمارا مطمح نگاہ ہو۔ دعمل ہمارا امتیاز ہو اور وہی آن بان ہمارے لیے اسباب فخر و مباہات ہو۔ الہٰی ہمکو توفیق مرحمت فرما کہ ہم اسوۂ مظلوم سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور اقتدار مشیر میں کمی نہ آنے دیں اور ہماری حرکات۔ سکنات۔ چال ڈھال۔ نشست و برخاست۔ گفتگو، رفتار، نشست۔ سونا جاگنا۔ مرنا جینا یکزبان ہو کر کہدے اگر ہم روز عاشور کے ساتھ ہوتے تو وہی کرتے جو حبیب ابن مظاہر نے کیا۔ جو مسلم ابن عوسجہ نے کیا۔ وہی کرتے جو زہیر ابن قین نے کیا جو ہلال ابن نافع نے کیا۔ جو جون غلام ابو ذر غفاری نے کیا۔

اور بے نظیر مجاہد کی قیادت میں منزل مقصود پر پہونچ کر دم لیتے۔ اے تاجدار شہید ہم تیری ہمدردی اور وفاداری پا رہے ہیں۔ اسی لیے آنسوؤں کے آبدار موتی طبق عقیدت میں رکھکر ہمیشہ بطور نذرانہ پیش کرتے رہیں گے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

امامیہ مشن کا لٹریچر دنیا کی مختلف زبانوں میں

ابتک مشن کا لٹریچر صرف۔ اردو۔ ہندی اور انگریزی میں شائع ہوتا رہتا تھا مگر اب دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام حق پہونچانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ سردست "رسالہ اسلامی عقائد" کے تراجم مندرجہ ذیل زبانوں میں تیار ہیں۔ اور دیگر زبانوں کے ترجمہ کا سلسلہ جاری ہے۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی ہندی۔ پشتو۔ سندھی گجراتی اور پنجابی۔ چونکہ ان رسائل کی تقسیم قریب قریب بلا قیمت ہوگی۔ اور مشن کا سرمایہ اس بار گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا لہذا ضرورت ہے کہ مخیر افراد قوم اس اہم تبلیغی خدمت میں ارکان ادارہ کی امداد فرمادیں۔ اور ایک ایک رسالہ کا بار جو تقریباً پچاس روپیہ کے قریب ہوگی برداشت کرکے اس اہم تبلیغی مقصد کے تکمیل کا سبب ہوں۔

جو حضرات جس رسالہ کی اشاعت فرماوینگے اس میں اون کا فوٹو بھی شائع کیا جاویگا۔

الداعی الی الخیر
سکریٹری امامیہ مشن (رجسٹرڈ)
لکھنؤ

سلام

از جناب سید دلدار حسین صاحب اظہر الہ آبادی

منزلِ قرآں نہ ہو کیونکر مکان اہلبیتؑ
زینۂ عرشِ علیٰ ہے آستان اہلبیتؑ

مصحفِ ناطق نہ ہو کیوں خاندان اہلبیت
ہیں یہ قرآں کی زباں قرآن زبان اہلبیتؑ

کیوں کلامِ پاک بن جائے نہ خالق کی زباں
ہل اتیٰ میں خود خدا ہے ہمزبان اہلبیتؑ

عرش سے جبریل لائیں کیوں نہ تاج انما
مصطفیٰ دکھلا رہے ہیں آج شان اہلبیتؑ

فخر ابراہیم و عیسیٰ کیوں نہ ہوں آل عبا
مریم و سارہ سے افضل ہیں زنان اہلبیتؑ

تیر کی بوچھار میں شبیر پڑھتے ہیں نماز
شوق سے سینہ سپر ہیں عاشقان اہلبیتؑ

گلشنِ زہرا ہوا کچھ اس طرح نذرِ خزاں
بے کھلے مرجھا گئے غنچہ دہان اہلبیتؑ

لے چلے اہل حرم کو اشقیا کر کے اسیر
لٹ چکا جب کربلا میں کاروان اہلبیتؑ

تھے ازل سے جب شہ دین معنی ذبح عظیم
کیوں نہ ہوتا کربلا میں امتحان اہلبیتؑ

شافع محشر بنے حسنین سردار جناں
داخل جنت نہ ہوں کیوں دوستان اہلبیتؑ

عازم جنت ہوئے جس وقت ختم المرسلین
رہ گئی روح رسالت بن کے جان اہلبیتؑ

بیکسی میں جلد مولا لیجئے اکر خبر
اظہر خستہ جگر ہے مدح خوان اہلبیتؑ

نوحہ

از فکر جناب حسن مہدی صاحب غریب نیوتنوی

لاشِ فرزندِ جواں مقتل سے لاتے ہیں حسینؑ
صبر کے جوہر ضعیفی میں دکھاتے ہیں حسینؑ

مومنوں نورِ نظر کا لے کے جلوؤں میں تھو
کفر و بدعت کے شراروں کو بجھاتے ہیں حسینؑ

ڈوب جاتی کشتی اسلام اسمیں شک نہیں
سر کٹا کر دین احمد کو بچاتے ہیں حسینؑ

اصغر تشنہ دہن کو کر کے ہاتھوں پر بلند
فوج کے ہر شخص کو غیرت دلاتے ہیں حسینؑ

اللہ اللہ بخشش امت کا اتنا اہتمام
تیروں کی بوچھار میں اصغر کو لاتے ہیں حسینؑ

صفحۂ تاریخ میں ملتی نہیں ایسی نظیر
توڑتا ہے دم پسر اور مسکراتے ہیں حسینؑ

بدترین خلق ہونے پر بھی تمکو اے غریب
دیکھنا کس طرح دوزخ سے بچاتے ہیں حسینؑ

حقیقی اور مجازی فتح وظفر میں فرق

از جناب سید اکبر علی صاحب - ایم - اے - ایل - ٹی - پروفیسر شیعہ کالج لکھنؤ

جنگ و جدال انسانی فطرت ہی میں داخل ہے - اسی بنا پر جنگ کی تاریخ ٹھیک اسوقت سے شروع ہوتی ہے جسوقت سے فرش زمین پر اولاد آدم نے قدم رکھا - اور ہابیل وقابیل کی جنگ سے بنی نوع انسان میں خونریزی کی داغ بیل پڑی - اس عالم دار وگیر میں کشمکش حیات اور تنازع للبقا کے مہمات بغیر قوت متحاربہ کو میدان عمل میں صرف کیے سر نہیں ہو سکتی چھوٹی مچھلیوں کو بڑی مچھلیاں کھاتی رہی رہتی ہیں طاقتور کمزوروں کو دباتا ہی رہتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے - مگر حیوان مطلق اور ناطق میں ایک زبردست فرق یا حد فاصل یہی ہے کہ حیوان محض اپنے آذوقہ یا بقا کیلیے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوتا ہے دو کتے ایک ہڈی پر لڑتے ہیں - چیونٹی کو جب اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے تب کاٹتی ہے مچھر خون چوس کر اپنا پیٹ بھرنیکے لیے کاٹتا ہے لیکن فرزند آدم کو بھائیوں کے خون بہانے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے اب اگر بہانہ معقول ہے تو وہ جنگ جائز ہوگی اور خونریزی مباح اسلیے کہ اس جنگ سے نظام اجتماعی اور معاشرت انسانی کی اسیطرح اصلاح ہوگی جسطرح ایک تجربہ کار ڈاکٹر کے عمل جراحی سے نظام جسم سے مادہ فاسد کے خارج ہوجانے سے حیات کی توسیع ممکن ہوجاتی ہے لیکن بگڑے ہوے نظام تمدن کو استوار کرنے اور مسخ شدہ معاشرت کی اصلاح کے لیے جو جنگ کی جائے وہ یقیناً جائز اور مباح صرف اس صورت میں متصور ہوسکتی ہے جبکہ یہ کسی روحانی مستند طبیب عصر کی اجازت سے شروع کی جائے یہی وجہ ہے کہ غیبت امام میں جہاد ساقط ہوتا ہے لیکن باوجود اسلام حقیقی کے اس حکم صریح کے دنیا والوں نے اسے طاق نسیان پر رکھدیا - متحاربہ قوتوں کو بالکل مطلق العنان کردیا - دونوں آستینیں الٹیں اور مذہب اخلاق تہذیب تمدن ہی کے نام پر انسانی خون کی ندیاں بہادیں -

کیا آپکو دشت پر ہول کربلا کا منظر یاد نہیں -

کربلا کا چٹیل ریگستان ہے جون کا مہینہ ہے صبح کا وقت ہے ٹڈی دل فوج کے حلقہ میں ۷۲ نفوس قدسی تین دن سے بھوکے پیاسے گھرے ہوئے ہیں شام و عرب کے خونخوار بھیڑیے انعام واکرام کے خواب دیکھکر بیدار ہوئے ہیں اور مسلح ہو کر بھوکے پیاسے بڈھوں بچوں اور مختصر جوانوں کا خون بہانیکے لیے تیار ہوگئے ہیں اکیر تبہ فوج شام میں طبل جنگ بجا - پھیلی ہوئی ٹڈی دل فوج سمٹی گھوڑے سوار پیدل نیزہ باز تیر انداز سب ہی ہوشیار ہوگئے - عمر سعد نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا قلب لشکر میں آیا کاندھے سے کمان اتاری ترکش سے بجھا ہوا زہر میں تیر نکالا تیر کو کمان میں جوڑ کر گھوڑے پر بلند ہو کر اسنے چاروں طرف دیکھکر اپنی ساری فوج کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بآواز بلند بہتر ہزار فوج کو گواہ کر کے کہا -

"دیکھو بہادرو تم سب گواہ رہنا - آج دین اسلام کی حمایت میں جسنے پہلا تیر چلایا ہے وہ عمر سعد ہے"

یہ کہکر عمر سعد نے اپنے رسولؐ کے نواسے کی طرف تیر چلایا - اس کے ساتھ تیس ہزار کمانیں کڑکیں اور تیس ہزار تیروں کا مینہ ہر چہار جانب سے حسینؑ مظلوم کی مختصر جماعت پر برس پڑا ذرا قوت متخیلہ پر زور دیجیے عالم خیال میں اسوقت کا منظر

دماغ میں آتا رہے تیس ہزار تیروں کی باڑھ کے سامنے صرف ۷۲ مجاہد نشانہ تھے اسقدر کثیر التعداد تیروں کے زد سے اسقدر قلیل التعداد جماعت اپنے آپکو کیسے اور کسطرح محفوظ رکھ سکتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ نصف سے زیادہ تعداد اسی وقت شہید ہوگئے اندازہ کیجیے کہ ایک ایک مجاہد کے جسم اطہر پر کسقدر تیر پڑے ہونگے لیکن روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اسوقت کے شہداء میں بنی ہاشم یا اصحاب حسین میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوا یہ عجیب بات ہے اور نہایت غور طلب بھی ہے۔

بہرحال مذکورالصدر واقعہ سے یہ امر واضح ہوگیا ہوگا کہ عمر سعد نے کیسی چالاکی سے کام لیا۔ اسلام کو ذبح کرتا جاتا تھا اور نعرہائے تکبیر لگاتا جاتا تھا۔ اور اسے اسلام کی خدمت اور حمایت کہتا تھا۔ مقصد فقط حکومت رے کا حاصل کرنا تھا۔ لیکن اس غرض کو تو دل کے پردوں میں نہاں کیا۔ اور زبان سے جہاد فی الاسلام کا نعرہ لگاتا ہوا خود اسلام کے مقابل یہ کہتا ہوا آگیا کہ اسلام کی حمایت میں خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنیوالے سے جہاد کرتا ہے اپنے آپکو تو برحق ثابت کرنیکی سعی نامشکور کی لیکن فرزند رسول صلعم کل ایمان کے لخت جگر اور مجسمہ حق و ایمان کو خود ساختہ خلیفہ دشمن دین و مذہب عدو اسلام ننگ انسانیت مخرب اخلاق۔ فاسق و فاجر یزید پلید کا باغی کہکر اس بہانے سے تین دن کا بھوکا پیاسا بس گردن سے کند چھری سے ذبح کر ڈالا۔ اسی وجہ سے سرجان اسٹورٹ مل سرخیل مدبرین۔ سرتاج ماہرین سیاسیات اور انگلستان کا زبردست وزیر اعظم کہتا تھا کہ مذہب کی آڑ میں انسان نے وہ وہ مظالم صحن عالم میں کرڈالے ہیں جو کسی دوسرے بہانے سے ناممکن ہوتے۔

اخلاقیین کے نزدیک شکست و فتح کوئی وزن نہیں رکھتی ہیں۔ ہر انسانی عمل کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی معیار سے کیا جاتا ہے کہ اس سے کہاں اور کس حد تک حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی ہوتی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت ہر وہ انسان جو اسلام حقیقی کی حمایت میں امام وقت کی اجازت سے جہاد فی سبیل اللہ کرے یقیناً وہ ایک زبردست مجاہد ہے اور اسکے لئے دنیا و آخرت دونوں میں بڑا عزت ہے خواہ اسے کامیابی ہو یا ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے یعنی اگر کامیاب ہے تو بلاشک و شبہ غازی ہے اور اگر اس کی جان عزیز حمایت حق میں قربان ہوگئی ہے تو اسی خوش نصیب کیلئے خلعت حیات جاودانی ہے یعنی مرتبہ شہادت ہے جو سند تمام اخلاق بلکہ سند تکمیل نفس اور روحانیت ہے۔

ہندوؤں کے ہر دلعزیز اوتار رامچندر جی جنہوں نے سیتا جی کے سوئمبر میں اس بھاری دنتی اور کڑی کمان کو جو اسوقت ملک ہندوستان کے کسی ایک سورما سے جنبش تک نہ کھا سکتی تھی اٹھایا۔ جھکایا اور تیر جوڑ کر سر کیا۔ ان کے دست و بازو میں اتنی قوت تھی کہ وہ اپنی سوتیلی ماں کیکئی کی اولاد ہی کو موت کے گھاٹ آسانی سے اتار دیتے جنکے لئے وہ اپنے جائز حق سے محروم کئے جارہے تھے اور جلاوطن کئے جارہے تھے اجودھیا کے تخت و تاج پر رامچندر جی کا ہی حق تھا اور اس حق کو حاصل کرنیکے لئے وہ بالکل حق بجانب ہوتے اگر وہ ان لوگوں کا خون بہا دیتے جو ان کے اور انکے حق کے درمیان حارج ہونیوالے تھے لیکن انھوں نے اپنے باپ کا حکم مانا حالانکہ یہ حکم بالکل نامنصفانہ تھا۔ لیکن تخت و تاج چھوڑ کر آرام و راحت کو خیرباد کہکر جلاوطنی کے مصائب صحرانوردی کی پریشانیاں برداشت کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔ درحقیقت انکا یہ فعل ایک محیر العقول اخلاقی کارنامہ تھا۔ اور اسی بنا پر اگر ہندو انکو اوتار مانتے ہیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ اسلئے کہ رامچندر جی نے دنیا کیلئے اطاعت والدین کی ایک مثال قائم کردی۔

مقصد یہ ہے کہ حقیقی فتح و ظفر وہی ہے کہ جس سے حق کی حمایت ہو اور باطل کا سر نیچا ہو خواہ اس مہم کو سر کرنے میں سقراط کیطرح زہر کا پیالا پینا پڑے یا حضرت مسیح کیطرح صلیب پر چڑھنا پڑے یا مصائب و آلام کے گردابوں میں حیرانی و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے یا موج خون ہی سر سے کیوں نہ گذر جائے۔ لیکن آستانہ حق و انصاف سے قدم سر مو نہ ہٹے۔

اسی سلسلہ میں ایک زبردست غلط فہمی کو دور کرنیکے لئے

یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی دشمن عقل اور اخلاق راجہ رام چندر جی کے متعلق یہ اعتراض یا شک پیدا کرے کہ جس شخص نے سوبرن کے موقع پر ایسی زبردست قوت کا اظہار کیا اور عظیم راون کی ایسی زبردست قہار فوج کا مقابلہ کیا اور شکست دی اس سے یہ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے خلاف انصاف حکم پر تسلیم خم کرکے کمزوری اور عاجزی کی تمثیل پیش کرے اور اپنے تاج و تخت کے حق سے دست بردار ہو کر صحرا نوردی کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی نتیجہ ضمنی نکالے کہ ہندو رامچندر جی کے بن باس کیلئے تیار و آمادہ ہو جانیکو تسلیم کرکے انکو بودا اور کمزور ثابت کرتے ہیں۔ ایسے معترض کو دنیا کیا کہے گی؟ صاحبان عقل و انصاف تصفیہ فرمائیں۔

حضرت علیؑ غالب کل غالب مظہر العجائب والغرائب کا جہاد فی سبیل اللہ سنہرے حروف سے تاریخ اسلام میں لکھا ہوا ہے۔ ہر شخص تسلیم کرتا ہے۔ اور بعد وفات رسول اللہ منافقین اسلام سے صفین، جمل اور نہروان کی لڑائیاں بھی ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن جناب سیدہ کے گھر کا دروازہ جلایا جانا اور ابوالحسن کے گلے میں رسی باندھی جانا یہ وہ واقعات ہیں جو باطل پرستوں کی سمجھ سے اسی طرح باہر نظر آتے ہیں جسطرح کہ رامچندر جی کا اپنے حق تاج و تخت سے دست بردار ہو کر جلا وطنی کے لئے جانا۔ یا عرب کے مشہور نامی گرامی سورما مرحب جس کے نام سے اصحاب کبار کے دل سینوں میں لرزتے تھے زیر کرنیکے بعد جب اس نے لعاب دہن سے بے ادبی کی ہے اور جناب امیرؑ کو غصہ آیا اور آپ زیر کردہ پہلوان کے سینے پر سے ہٹے ہیں۔ دنیائے منافقت میں آپ کے اس فعل پر اعتراض پیدا ہو گئے۔ بے چین طبعوں نے آگے بڑھکر پوچھا کہ حضور اس میں کیا راز تھا کہ ایسے زبردست پہلوان کو زیر کرنیکے بعد آپ اسے چھوڑ کر ہٹ گئے؟ مولا نے مسکرا کر فرمایا۔

"جب اس نے اپنے تھوک سے بے ادبی کی تو مجھے غصہ آ گیا۔ اب اگر اس حالت میں قتل کرتا تو نفس شریک ہو جاتا اور اسکا قتل فی سبیل اللہ نہ ہوتا"

یقیناً حق و باطل کی نزاکتوں کو ایک امام ہی خوب سمجھتا ہے اور اسی نے اس کی قیادت اور حکم سے جہاد فی سبیل اللہ ہو سکتا ہے شب ہجرت بستر رسولؐ پر آرام کرتے وقت یہ پوچھا تھا کہ میرے لیٹنے سے آپکی جان تو محفوظ ہو جائے گی رسول اللہ کے اطمینان دلاتے سے آپکو اطمینان ہوا دعوت ذوالعشیرہ میں حمایت کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنیکے لئے آپکا رسولؐ اللہ سے یہ سوال کرنا بھی ضروری تھا۔ دین کی حمایت بستر رسولؐ پر آرام کرنے سے بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد تھا۔ اچھا دعوت ذوالعشیرہ میں جو وعدہ کیا تھا اسے ایفا کرنے کا یہ پہلا عملی قدم تھا۔ دنیا جان گئی کہ جو کہا ہے اسے پورا کرکے رہینگے۔ ہجرت بھی پہونچ جانیکے بعد خدا نے بھی نفس کو خرید لیا۔ اب علیؑ کا نفس خدا کا نفس ہو گیا۔

لہذا حضرت علی نفس اللہ ہو کر بالکل بے نفس ہو گئے۔ پھر مرحب کو حالت غیظ میں کیسے قتل کر سکتے تھے۔ جنگ صفین میں کلام اللہ کے درمیان میں آ جانیکے بعد جیتی ہوئی جنگ کو کیسے نامکمل نہ چھوڑ دیتے۔ اب بھی اگر یہ بات سمجھ میں نہ آئے کہ بعد وفات رسول اللہ حضرت علیؑ نے اپنا حق حاصل کرنیکے لئے تلوار کیوں نہ اٹھائی تو کور باطنی کی یہ بین دلیل ہے

ابھی تک تو ہم نے شکست و فتح کی حقیقت روحانیت حقانیت اور اخلاق کی کسوٹیوں کے معیار سے سمجھنے کی کوشش کی لیکن اب ہم محض دنیا دی اعتبار سے اسے جانچتے ہیں۔ یعنی اس سے بحث نہیں کہ حق ہے یا باطل مقصد اگر حاصل ہو جائے تو شکست بھی فتح ہے اور اگر حاصل نہ ہو تو فتح بھی شکست ہے

امیر الظالمین سرتاج فاسقین سرخیل فاجرا تخت شام پر بیٹھکر اپنی زود طبیعت کے جوہر رسول خداؐ کے خلاف زہر اگلکر دکھاتا ہے۔ شراب کے نشہ میں مست ہو کر فرزند رسول کو تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کرا کے فتح و ظفر کے نشہ میں بدمست متکبرانہ لہجے میں جھوم جھوم کر یہ اشعار پڑھتا جاتا ہے۔

لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل

لعبت بنو ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

ترجمہ۔ میں خندف کا نہیں اگر احمدؐ کی اولاد سے ان کے افعال کا بدلہ نہ لوں۔ ہاں سے یہ تو ہاشمیوں نے ایک ڈھکوسلا بنایا تھا ورنہ نہ کوئی نبی آیا تھا نہ وحی نازل ہوئی تھی۔

پھر جب سامنے زیر تخت طشت طلا میں رکھے ہوئے سر حسینؑ پر اسکی نظر پڑتی تھی۔ تو خوشی میں اچھل کر چوب خار دار سے بے ادبی کرکے سر حسینؑ کو مخاطب کرتا تھا اور تخت خلافت پر جھوم کر پڑھتا تھا

لیت اشیاخی ببدر شہدوا

آج میرے بدر والے بزرگ ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے آل محمدؐ سے کیسا بدلہ لیا۔

غرقابی سفینۂ آل محمدؐ اور فتح یزید کے متعلق یورپ کا مشہور و معروف مورخ ڈوزی اپنی کتاب اسلام میں لکھتا ہے۔

"بنی امیہ کی کامیابی تو سچ مچ اس گروہ کی کامیابی تھی جو دل میں اسلام کا مخالف تھا۔ اولاد رسول کے کھلم کھلا دشمن اب رسول کی جانشینی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ حالانکہ ان کے دل ذرا بھی نہ بدلے تھے۔ اور جو انکی بدعتوں کے خلاف آواز اٹھانیکی جراءت کرتا اس کو تلوار سے خاموش کر دیا جاتا تھا۔.......

اس دشمن اسلام گروہ کو اس وقت تک چین نہ آیا جب تک اس نے حرمین شریفین کو محکوم اور رسول کی مسجد کو اصطبل نہ بنا لیا اور مومنین سابقین کی اولاد کی بے حرمتی نہ کرلی۔ بنی امیہ کا سارا عہد اسلام کے خلاف جاہلیت کے اصول کا رد عمل تھا اور اسکے سوا کچھ بھی نہ تھا باستثنائے ایک کے سارے اموی خلفاء یا تو مذہب کیطرف سے بے پرواہ تھے۔ یا منافق تھے۔ ان میں سے ولید نے تو یہ غضب کیا کہ اپنی جگہ اپنی کنیز کو نماز پڑھانیکے لئے بھیج دیا۔ اور قرآن کو تیر اون کا نشانہ بنا دیا۔"

ارباب عقل و انصاف فیصلہ کریں۔ قربانی آل محمدؐ کے بعد کیا یزید اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا؟ کیا یزید پلید خود ساختہ خلیفۃ المومنین کے کہنے کے مطابق دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام بنی ہاشمیوں کا محض ایک ڈھکوسلا تھا۔ اب اگر یزید کی روح نجس و ناپاک کسی کور باطن شیطان میں حلول کرکے اپنی خیالات فاسدہ کا اعادہ کرے تو مسلمان تو خیر یورپ کا مایہ ناز مورخ گبن چلا اٹھیگا۔

"ارے کمبخت یہ کیا بکتا ہے۔ سمجھدار دنیا حیرت میں ہے کہ ایک امی پیغمبر نے قرآن ایسی محیر العقول کتاب دنیا کی ہدایت کیلئے کیسے پیش کی"

کیا اولاد رسول کی قربانی سے کیا سادات کے قتل عام سے امویوں کے حوصلے پورے ہوگئے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ دنیا کے ہر گوشے سے سید سربلند کرکے قول یزید کی تکذیب کریگا۔

کیا یزید اور امویوں کی کاوشوں سے اسلام صفحہ ہستی سے اٹھ گیا! کیا اسلام حقیقی کا نام لیوا کوئی بھی دنیا میں رہا! کیا یزید اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا! محمدؐ علیؑ کی روح بے چین ہوکر جواب دیگی۔

اسلام زندہ ہوتا ہی ہر کربلا کے بعد

اس وقت دنیا ایک زبردست انقلابی دور سے گذر رہی ہے۔ متحاربہ قوتیں برسرپیکار نظر آرہی ہیں۔ سیاسی نظریات کے طلاطم خیز طوفان ایک دوسرے سے سر ٹکرا رہے ہیں۔ غرضکہ دنیا میں سکون نہیں۔ امن کا دیوتا حیران و پریشان نظر آتا ہے۔ گم کردہ راہ مسلمان بھی گھبرا گھبرا کر ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں۔ آیئے ان سب کو ایک پیغام عمل دیں وہ یہ کہ مجاہد کربلا کی قربانیاں دنیا کے سامنے پیش کرکے دنیا کو یہ سبق دیں کہ اگر باطل پرست قوی حق پرست کمزور پر کامیاب بھی ہو جائے۔ تو یہ غلبہ وقتی ہوگا۔ حقیقی فتح اس مغلوب شدہ کمزور ناتوان کی ہوگی جس نے حمایت حق میں اپنی ہستی کو مٹا دیا۔ دنیا میں آج پھر سکون اور امن قائم ہو سکتا ہے تو وہ صرف حسینؑ کے مسلک پر قائم ہوکر۔ اور اگر کسی قلب میں اطمینان پیدا ہو سکتا ہے تو وہ صرف حسین کیطرح مصائب پر مسکرا دینے سے

ذوالجناح

از جناب سید نواب علی صاحب سفیر رنیلوی

شانِ وفا جہاں کو بتاتا ہے ذوالجناح
انساں کو جاں نثار بناتا ہے ذوالجناح

حیواں بے زباں کی رفاقت کو دیکھئے
تصویر کربلا کی دکھاتا ہے ذوالجناح

رہوار بھی حسینؑ کا ثابت قدم رہا
درسِ وفا جہاں کو سکھاتا ہے ذوالجناح

جس طرح سے حسینؑ لہو میں ہیں تر بتر
یوں ہی لہو میں اپنے نہاتا ہے ذوالجناح

پیتا ہے آب سرد نہ کھاتا ہے کوئی چیز
دنیا کو شان صبر دکھاتا ہے ذوالجناح

تشنہ جگر سوار ہے نہر فرات پر
پانی سے اپنے منہ کو ہٹاتا ہے ذوالجناح

جس جا حسینؑ جاتے ہیں جاتا ہے بے خطر
فوجوں میں دشمنوں کے در آتا ہے ذوالجناح

مجروح ہو کے گرتا ہے جب دلبر رسولؐ
گردن زمیں پہ اپنی جھکاتا ہے ذوالجناح

شبیر اک نشیب میں ہوتے ہیں جب شہید
اہل حرم کو آکے بتاتا ہے ذوالجناح

عمامہ خون بھرا ہوا رکھتا ہے زین پر
اور خوں میں تر نظر آتا ہے ذوالجناح

مقتل سے خیمہ گاہ تک آتا ہے بار بار
اعدائے دیں کو واں سے ہٹاتا ہے ذوالجناح

جاتا ہے جان دینے کو پھر رزمگاہ میں
خوئے وفا کو اپنی دکھاتا ہے ذوالجناح

دشمن ہلاک کرتے ہیں تیروں سے پھر تیغ
یوں شہ پہ اپنی جاں گنواتا ہے ذوالجناح

مجلسِ عزا اور فضائل و مصائب

از جناب بیباک صاحب ہالی

یہ صحیح ہے کہ ہم حسین علیہ السلام کی صف ماتم و سوگ منانے
جناب معصومہ کونین مادر حسین علیہا السلام کو ان کے لاڈلے بیٹے
کا پرسا دینے ہی کے لیے بچھاتے ہیں۔ روتے ہیں رلاتے
ہیں اور بانی مجلس کی بھی یہی تمنا ہوتی ہے کہ گریہ و بکا ہوتا کہ روز حشر
جب ہر آنکھ ہول محشر سے گریان ہو حسین علیہ السلام پر رونے والوں
کی آنکھیں پرنم نہوں وہ مسرور و شاد ہیں اور ملائکہ جنت اُنکو
نعمات جنت کی خوشخبری دیں۔

عن الصادق علیہ السلام کلّ عین باکیۃ یوم القیمۃ
لاعین بکت علی الحسین فانہا ضاحکۃ مستبشرۃ بنعیم الجنۃ"
لیکن اس سے یہ مفہوم اخذ کر لینا کہ مجلس عزا میں سوائے گریہ و بکا کے
کچھ نہیں ہے غلط اور بالکل غلط ہے کیونکہ اولاً تو مجالس عزا میں ہر قسم
کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں مثلاً وحدانیت، عدالت، نبوت،
امامت، قیامت، روزہ، نماز، خمس، زکوٰۃ، حج، جہاد، تولا، تبرا
امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جیسے شک
و شبہ ہو میر انیس مرحوم کی مراثی کی جلدیں اٹھا کر دیکھ لے واللہ
اُسکا دل خود بول اُٹھے گا کہ ایک انسان کو جس تعلیم کی ضرورت ہے
وہ سب کی سب باعتبار فلاح دنیا و نجات اخروی اجمالاً موجود ہیں
برخلاف اسکے اگر تھوڑی دیر کے لیے یہی مان لیا جائے کہ
صرف فضائل و مصائب ہی بیان کیے جاتے ہیں تو غور کرنے سے
پتہ چل جائیگا کہ یہ دونوں بیانات تعلیم و تربیت کے لیے کچھ کم نہیں ہیں
حالات زندگی و طرز عمل پر روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہیں۔

مختصراً ملاحظہ ہوں۔
کیا انکی شجاعت و سخاوت کے اذکار کو سنکر ہم میں جذبہ
افعال حسن پیدا نہیں ہوتا؟ اور ہمارا دل اُن افعال ممدوحہ
کی طرف نہیں لپکتا؟
کیا ان کے تین روز متواتر روزہ پر روزہ رکھکر یتیموں اسیروں
اور بھوکوں کے سیر کر دینے سے ہم میں جذبۂ ایثار پیدا
نہیں ہوتا اور ہم انکی تکالیف کا احساس نہیں کرتے؟
کیا حضرت علی علیہ السلام کی اس جان نثاری سے جو اپنے
اپنی جان کو یقینی خطرہ میں ڈالکر رسول مقبول صلعم کی شب ہجرت
اطاعت کی ہمارا دل اپنے عزیز، بزرگ، ہم قوم، اور ہم مذہب
کی ہمدردی پر اپنی بساط کے موافق مائل نہیں ہوتا؟
کیا انکی نمازیں اور اطاعت ربانی کا ذکر سنکر ہمارا دل خوف
الٰہی سے لبریز نہیں ہو جاتا اور ہم عبادت الٰہی میں اس بے نیاز
کی طرف جھک نہیں جاتے؟
کیا انکی یتیم نوازی، بیوہ پروری، کے اذکار کو سنکر ہمارا دل
ایسوں کی مدد کی طرف لپک نہیں سکتا؟
کیا انکی پہلو زانی وآب کشی کا ذکر سنکر اور معصومہ کونین کی
آبیاری کے واقعات کو معلوم کر کے ہم میں اپنے ہاتھ سے اپنا
کام انجام دینے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی؟
کیا اُنکے اس برتاؤ کو جو ان بزرگوار نے اپنے غلاموں
اور خادموں کے ساتھ برتے یعنی اپنے سے بہتر لباس پہنا!

اچھے سے اچھا کھانا کھلایا ہمارے برتاؤ نرم نہیں ہوجاتے اور ہم تیار نہ سہی تو پرانا لباس اتار کر انہیں نہیں دیدیتے ؟ اپنے ماتحت ملازمین کے معاملہ میں سختی و بیرحمی سے باز نہیں آتے ؟

ضرور آتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو گئی گذری قوم اب بھی ان امور میں عالم کی دوسری اقوام سے آگے نہ ہوتی جس کا جس طرح جی چاہے بلحاظ مردم شماری جائزہ لیکر دیکھ لے کہ تمام امور خیر، ہمدردی، رواداری، تہذیب، شریفانہ برتاؤ میں قابل شکایت و قابل گرفت رہ نہیں سکتی ۔

اپنے مصائب و آلام کے تذکرے جسکے متعلق صرف یہی عرض کرونگا کہ اگر حسین علیہ السلام کے صبر و سکون و تحمل، ایثار، ضبط و استقلال۔ رحم و کرم اور رضائے الٰہی پر شاکر رہنے کا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی بھوک، پیاس و جان کاہی و ضبط و شکر کا سایہ ہم پر نہ ہوتا تو اب تک مدت گذرتی کہ دنیا ہمیں میں ڈالتی اور ہندوستان میں مہابھارت کا سا تصادم بار بار واقع ہوا ہوتا لیکن نہیں یہ انہیں مصائب و آلام و صبر و سکون و تحمل و برداشت کے تذکروں کے سننے کا طفیل و صدقہ ہے کہ ہم حاسدین میں محسود ہیں اور ہمارا ذکر جانے دیجیے ایک خدا و ایک رسول کے ماننے والے مذہبیات۔ سیاسیات اقتصادیات و اخلاقیات وغیرہ کی طرف سے پیچھے جھاڑ کر ہمارے پیچھے پڑے اور اس بحث پڑے ہیں کہ وہ چاہتے ہی نہیں کہ ہم بھی اسی فضا میں سانس لیں جس میں وہ لیتے ہیں حالانکہ قدرت نے آزادی کا حق فطرتاً سب کو عطا فرمایا ہے ۔

لیکن حسین علیہ السلام کی مظلومیت کی برکت ہے کہ انہیں مجلس عزا کے تذکروں کی قوت ہے کہ پہلو سے پہلو ملائے بیٹھے ہیں اور آج سے نہیں بلکہ اسوقت سے جب بالان شتر کے منبر پر غدیر خم کے مقام پر سفیر ربانی نے کہا تھا کہ "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" اور تمام میدان بخ بخ لک اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنۃ " کی تہنیت سے گونج اٹھا تھا۔

میرے خیال سے تو غم حسینؑ اور عزائے فرزند رسول الثقلین زندہ معجزہ ہے اور اپنی پوری اعجازی قوت سے جسد اسلام و ایمان میں روح ڈال رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہیگا ورنہ جتنی کوششیں اس اعجازی قوت کے گھٹانے کی کی گئیں اسکے بعد اسکا روز افزوں ترقی کرنا ناممکن تھا سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں ہاتھ بیخ کنی کی طرف بڑھے۔ لاکھوں خنجر علم ہوئے۔ لوگوں نے کیا کیا مخالفت میں کیا کیا زہر نہیں اگلے۔ کون ایسا وقت گزرا کہ اسکی ترقی و عروج کو دیکھکر دشمنان حسین کی آنکھوں سے دھوئیں نہیں نکلے لیکن ناکام رہے۔ طرفداران بنی امیہ و دشمنان آل رسول نے توجہ کردی اور اس امر کے درپے ہو گئے کہ غم حسین دنیا سے اٹھ جائے اور ان انوار مقدسہ کے نوروں کو پھونک مارکر بجھادیں مگر اس نور کا محافظ محافظت کرتا رہا اور اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ دکھاتا رہا۔ "ولو کرہ المشرکون"

غرض زمانہ بدلا۔ سلطنت گئی۔ خزانے خالی ہوئے۔ قوت گھٹی تلوار کا کام قلم سے لیا گیا۔ فتوے دیئے گئے۔ مجلس عزا کی شرکت حرام قرار دی گئی۔ تیجہ و چہلم کی رسم بدعت ٹھہرائی گئی۔ علم و ضریح و تعزیہ کا دیکھنا گناہ میں داخل ہوا۔ تعزیہ داری بدعت قرار پائی۔ حکم ہوا کہ کسی مرثیے کی کوئی تقریب نہ کی جائے۔ جمع ہو کر صاحب عزا کو تعزیت نہ دو تاکہ یہ رسمیں دنیا سے اٹھ جائیں اور لوگ غم حسین بھول جائیں اور آیہ مودت کے پڑھتے وقت مودت کیطرف دھیان دینا کا خیال بھی مائل نہ ہو لیکن تاریخ اعثم کوفی سے یہ عبارت کسی کے نکالے نہ نکل سکی "کہ گروہ ملائکہ خدمت جناب رسول مقبول میں حاضر ہوا اور قتل حسین کی تعزیت ادا کی خاک کربلا خدمت رسالتمآب میں پیش کی تمام فرشتے اور رسول خدا ماتم کرتے رہے گویا ناساز فرات کی مجلس عزا برپا کی مصائب حسینؑ بیان ہوئے۔ گریہ ہوا"

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غم حسین میں رونا عبادت ہے کیونکہ اگر رونا غم حسین میں عبادت نہ ہوتا اور رونا جائز نہ ہوتا تو فرشتے معتوب ہوتے اور رسول نہ روتے (اسکا آجتک کچھ جواب نہیں ہے) عقل تو اس موقع پر رسول اور فرشتوں کا رونا دیکھکر کہتی ہے کہ اگر رونا مباح بھی ہوتا تب بھی وقت یہی نوبت آتی کیونکہ فرشتو

کو اسکی بھی اجازت نہین ہے وہ صرف عبادت ہی کرتے ہین ۔ بی

لہذا مجلس عزا وہ عبادت ہے جس سے ادبی ۔ معاشرتی
اخلاقی ۔ تمدنی تعلیم و تربیت بھی ہوتی ہے اور آیہ مودت کے حکم کی
تکمیل بھی کیونکہ محزون و مسرور ہونا محبت کی دلیل ہے اور محبت
ایک ایسی حرارت ہے جو دل میں خلقی قاعدے سے پیدا ہوتی ہے ۔
وجدانی کیفیت رکھتی ہے ۔ کسی کے دبائے دبتی ہے نہ روکے رکتی ہے
اور جب کبھی حالت محبت میں محبوب کی طرف خیال چلا جاتا ہے خواہ
خود اپنے غور سے یا کسی کے کہنے سے تو ایک شعلہ قلب سے اٹھتا ہے
اور بخارات کے قاعدے کے موافق دماغ کی طرف صعود کرتا ہے پھر
وہاں برودت دماغیہ سے متکاثف ہوکر آنسوؤں کی صورت میں،
آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ رونا صرف محبت
کا نتیجہ ہے ۔

اسلئے گریہ و بکا کو قول رسول و قول امام کی بنا پر نجات کا
ذریعہ تصور کرنا اعتقاد ہوگیا پس اسے دہیں چھوڑکر اعلی تعلیم و تربیت
کے خیال سے جس قدر مجلس عزا کے مضامین کو اعلیٰ و عمدہ بنایا جائے
بہتر ۔ واعظین و ذاکرین کو بلند معیار پر پہنچایا جائے درست ۔ لیکن
فضائل و مصائب کا ہونا لازمی ہے کیونکہ یہی تو ایک ایسی چیز ہے جو
حقانیت اسلام کو روشن کرسکتی ہے معصوم و غیر معصوم میں تمیز کا آلہ
بن سکتی ہے ۔ خدا و رسول کی معرفت اور امام کی شناخت کرا سکتی ہے
یعنی تبلیغ کی جان ہے ورنہ آدم و ابلیس کی پہچان کیسے ہوگی فرعون
و موسیٰ کا فرق کیسے معلوم ہوگا ۔ نمرود و ابراہیم مین تمیز کیسے کی جائیگی
ابولہب و رسول پہچانے کیسے جائینگے ۔ دنیا کو معلوم کیسے ہوگا کہ یزید و حسین
میں سے کون حق پر تھا ۔ دلبند محمد مصطفےٰ یا پسر معاویہ ؟ کیونکہ یہاں
تو یہ اندھیر مچا ہوا ہے کہ اس الہامی کتاب سے ابلیس علیہ اللعن کا
راندہ درگاہ ہونا اور مردود بنا کر نکالا جانا تسلیم، فرعون کا ہلاک ہونا
قبول ۔ نمرود کا ذلیل و خوار ہونا منظور، ابولہب کا مع اسکی عورت
کے دوزخ میں جھونکا جانا یاد اور آدم کی صفوت، موسیٰ کی نبوت،
ابراہیم کی خلت اور محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت کے سامنے سر تسلیم خم مگر
ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ“ کی تلاوت کرتے ہوئے جھجھے

پر شکن، انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم
تطہیرا“ کے پڑھنے کے وقت غصہ ۔ ابنائنا و ابنائکم“ کو دیکھتے ہوئے
تن بدن میں بخار اور قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی
فضیلت پر غور کرتے ہوئے دل میں آبلہ ۔ ۔ ۔ علیٰ ہذا
تو ایسی صورت میں اگر صرف دنیادی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے سیاسی
و اقتصادی ترقی مطمح نگاہ بنا کر فضائل و مصائب کی طرف سے سرد مہری
اختیار کرلی گئی اور ذاکری کا معیار فقط تمدنی و سیاسی و اقتصادی پہلو
کو سامنے رکھکر بلند کر دیا گیا تو کیا سو دو سو چار سو برس بعد آنیوالی
نسلوں کو پتا چلیگا کہ حسینؑ وہ در دریائے ہدایت تھا کہ جہاں آدم نے
لغزش کھائی ۔ جو موسیٰ سے نہ ہو سکا عیسیٰ سے نہ ہو سکا ابراہیم نہ
کرسکے ۔ حضرت نوح قاصر رہے ۔ جناب ایوب پیچھے ہٹ گئے ۔ جناب
محمد مصطفےٰ صلعم نے اشرف الانبیاء ہو کر حسین علیہ السلام کے لیے چھوڑ
دیا وہ کرکے میدان نینوا میں دکھلا دیا اور قبل شہادت حبیب خدا
محمد مصطفےٰ کی زبان وحی ترجمان سے کہلا لیا کہ حسین منی و انا من الحسین
اور بعد شہادت خداوند کریم کی اس آزمائش کی مکمل تکمیل کرکے دنیا
کے سامنے رکھدی کہ ”۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء
ولکن لا تشعرون ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال
والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ
قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم و
رحمۃ و اولئک ہم المہتدون“

توسیع میعاد ڈسچارج

(زیر) (دفعہ ۷-۲- ایکٹ ۵ سنہ ۲۰ عیسوی

بعدالت جناب پنڈت برج کشن ٹوپا صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ ۱۰۱ سنہ ۳۸ء

بمقدمہ قرار دیئے جانے دیوالیہ مسمی ایف ۔ کے ۔ کارپنٹر ڈنہ ولی ۔
کارپنٹر چارباغ میں ۔ ہٹوارلی آئی ریلوے لوکو ورکس لکھنؤ کی درخواست
مورخہ ۳ر فروری سنہ ۳۹ء کو پڑھنے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ میعاد
جو درخواست ڈسچارج گذرانے کے لئے مقرر کی گئی اسمیں ایک سال
کی مزید توسیع کیگئی

دستخط حاکم بخط انگریزی

امام حسین علیہ السلام پر رونا معجزہ ہے

(از جناب ذاکر حسین صاحب فاروقی بی۔ اے)

اسلامی سال کا پہلا مہینہ مسلمانون کے واسطے غم والم کا پیغام لاتا ہے، ہر دل درد مند ہر آنکھ اشکبار، کپڑے سیاہ چہرون پر گرد ملال، غرضکہ ہر مسلمان مجسم تصویر غم بنا رہتا ہے۔ اس مہینہ مین خوشی کی تقاریب بالکل نہین ہوتین، شادی بیاہ بند رہتے ہین، ہر گھر سے نالہ وشیون کی صدائین بلند ہر گلی کوچہ سے رونے پیٹنے کی آوازین نمودار، امامباڑون سے نوحہ وماتم کی الم انگیز فریادین نمایان ہوتی ہین۔ دسوین ماہ محرم کو مسلمان سر وسینہ پیٹتے، آنکھون سے آنسو برساتے، ننگے سر ننگے پیر، زائرون کی صورت بنائے، بھوکے پیاسے، ہاتھون مین علم، کاندھون پر تابوت، سرون پر تعزیئے لئے کربلا جاتے دکھائی دیتے ہین۔ مگر یہ سب کیون ہے؟ آپ کہین گے کہ محرم کے مہینہ مین ریحان رسولؐ، نور دیدۂ بتولؑ، سرور سینۂ حیدرؑ، امام مظلوم سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام تین دن کے بھوکے پیاسے حق کی خاطر ذبح کر ڈالے گئے، جس کی یادگار منانے کے واسطے مسلمان ماہ محرم مین مجالس غم منعقد کرتے ہین۔

واقعۂ کربلا کو تیرہ سو برس گزر چکے ہین مگر آجتک مسلمان حسینؑ کے غم مین رویا کرتے ہین حالانکہ علم النفس کا یہ مسئلہ ہے کہ غم بمرور ایام فنا ہو جاتا ہے۔ مثلاً میرا ایک عزیز آج مر جاتا ہے تو مین اس کی میت پر بے قرار ہو کر اشکبار ہوتا ہون مگر سال بھر کے بعد جب مجھکو وہ یاد آتا ہے تو مین آنکھون مین آنسو بھر کر ایک آہ بلند کرتا ہون اور خاموش ہو جاتا ہون اور دس سال کے بعد جب اس کا تذکرہ ہوتا ہے تو مجھ پر کوئی خاص اثر نہین ہوتا۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ شہادت حسینی کو تیرہ سو برس گذر چکے، واقعہ کتنا پرانا ہو چکا، زمانہ ایک ہزار سال سے زیادہ گذر چکا مگر اب بھی حسینؑ کا غم مسلمانون کے قلب میں اتنا جاگزین ہے کہ ہم حسینؑ کا نام سنتے ہی بے قرار ہو جاتے ہین اور اکثر دور گریہ سے بیہوش ہو جاتے ہین۔ یہ کیا ہے؟ اس مقام پر علم النفس کے جملہ قوانین کیون شکست ہو جاتے ہین؟ محض اس لئے کہ مسلمانون کا گریہ حسینی اعجاز ہے۔

غم کا تعلق نفس انسانی سے ہے۔ خوشی ہو یا غم، ان کا احساس نفس انسانی کرتا ہے۔ نفس انسانی متعلق ہے جسم انسانی سے، اس لئے کہ روح اور جسم مل ہی کر انسان بنتا ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہ ایک چیز نفس انسانی کو صدمہ دیتی ہے اور روح کو صدمہ پہونچتے ہی جسم انسانی متاثر ہوتا ہے اور آنکھین آنسوؤن سے چھلک آتی ہین لہذا یہ ثابت ہے کہ گریہ غم کی وجہ سے ہوتا ہے اور غم بغیر تجدد خیال کے ناممکن ہے اور تجدد تصور کے واسطے متاثر ہونا ضروری ہے یعنی جس وقت تک کہ انسان ایک چیز سے متاثر نہین ہوتا اس وقت تک نفس انسانی کو غم نہین ہوتا اور جب تک نفس انسانی کو غم محسوس نہ ہو اس وقت تک گریہ محال ہے اور یہ بھی ایک بدیہی امر ہے کہ نفس انسانی ایک چیز سے بار بار متاثر نہین ہوتا مثلاً یہ کہ ہم روز آگرہ کا تاج محل دیکھین تو چند ماہ کے بعد اس کا حسین سے حسین منظر ہمارے دل مین لطیف جذبات کی تحریک سے قاصر ہوگا۔ اسی طرح سے ہر چیز ہے۔ اگر بار بار ہم چاہین کہ ہمارا قلب ایک ہی چیز سے متاثر ہو تو یہ ناممکن ہے کیونکہ چند دن مین ہمارا دل اس چیز کا عادی ہو جائیگا اور اس کی تاثیر مفقود ہو جائے گی۔ غالب کا قول ہے؂

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہو گئین

اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہ ہم بار بار وہی واقعۂ کربلا سنتے ہین اور پھر ہمارا قلب اس سے متاثر ہوتا ہے۔ ہم نے ہزار بار حضرت عابدؑ

کی شہادت کا حال سنا اور ہمارا قلب محزون ہوا اور اب بھی جب ہم اس واقعہ کو سنتے ہین تو ہماری آنکھون مین آنسو چھلک آتے ہین یہان ہم دیکھتے ہین کہ غم حسینؑ اور اصول فطرت انسانی مین اختلاف واقع ہو رہا ہے۔ ایک طرف یہ اصول ہے کہ نفس ایک چیز سے بار بار متاثر نہین ہوتا اور دوسری طرف حسینؑ بن علیؑ کی شہادت کے واقعات وہی واقعات جن کو ہم بارہا سن چکے ہین، ہمکو رلا دیتے ہین۔ یہ کیا ہے؟ یہ وہی حسینی اعجاز ہے۔

انسانی زندگی بقا کے واسطے اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان خوش رہے، افکار و آلام سے دور رہے، پریشانیون اور کلفتون سے آزاد رہے اس لئے کہ رنج و غم دل کو مردہ، جوش اور عمل کو مفقود اور بدن کو مضمحل کر دیتا ہے نفس اور رنج مین بیر ہے اور دونون ایکدوسرے کے ایسے دشمن ہین جیسے آگ اور پانی۔ حیات انسانی خوشی کی طالب ہے اور غم زندگی کو اس طرح ختم کرتا ہے جس طرح آگ ہیزم خشک کو جلاتی ہے۔ اسی وجہ سے انسان ہمیشہ خوشی کا طالب رہتا ہے اور غم سے دور بھاگتا ہے مگر غم حسینؑ کچھ ایسا لذت بخش اور کیف آگین رنج ہے کہ مسلمان خوشی کے مواقع پر بھی مجلس غم منعقد کرتے ہین اور شہادت حسینؑ سنکر آنسو بہا کر روح کو تسکین دیتے ہین اور یہان نفس غم سے دوری نہین چاہتا بلکہ غم کی خواہش کرتا جو بالکل خلاف فطرت ہے اور جس کی تعبیر سوائے حسینی اعجاز کے کچھ نہین کی جا سکتی۔

یہ ثابت ہو چکا کہ تجدد غم بغیر تجدد تاثر کے ممکن نہین اور تجدد تاثر محض ایک حالت مین ہوتا ہے یعنی جب مصیبت کی تفاصیل پیش نظر ہون تو تجدد غم ممکن ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائین کہ واقعۂ شہادت کو تیرہ سو برس گذر چکے ہین اس لئے اس کے آثار و تفاصیل پیش نظر نہین ہو سکتے۔ محض ایک اثر شہادت باقی ہے یعنی دین حق مگر دین حق فرح و سرور کی چیز ہے نہ کہ رنج و غم کی، اس لئے اس اثر کو دیکھکر حسینی شہادت کا صحیح غم آگین تصور نہین ہو سکتا۔ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث گریہ ہمکو رلا دیتی ہے اور ان احادیث مین غم حسینؑ کے بدلے مین جنت کا تذکرہ سنکر ہم چند آنسو بہا لیتے ہین مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ رنج اور خوشی وجدانی چیزین ہین جن کا تعلق احساسات سے ہے۔ اگر ایک شخص زید سے ایک عورت کے حسن کا تذکرہ کرے تو اس کے معنی یہ نہین ہین کہ زید اس عورت پر عاشق ہو جائے گا یا کوئی مجھ کو آ کر حکم دے کہ تم خوش ہو جاؤ تو مین کسی طرح خوش نہین ہو سکتا اس لئے کہ یہ چیزین محض وجدانی ہین جنکا احساس دل کرتا ہے اور کسی کی ترغیب، خوف یا حکم سے جذبات رنج و غم و محبت پیدا نہین ہو سکتے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ کسی کے کہنے یا ترغیب سے جذبات مین تحریک نہین ہو سکتی تو ایک ذاکر کے بیان سے جس مین وعدہ بھی حیات مابعد مین جنت ملنے کا ہو جذبات غم کیسے برانگیختہ ہو سکتے ہین؟ لہذا ثابت ہوا کہ احادیث غم گریہ کا باعث نہین بن سکتین۔

دوسری چیز جو اسی سلسلہ مین قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کی تفاصیل کا احساس کامل محال ہے اور بغیر احساس کے تاثر ناممکن ہے جس کے بغیر تجدد غم نہین ہو سکتا۔ واقعۂ کربلا کے کامل احساس نہ ہونے کی وجہ یہ کہ احساس اسی چیز کا ہو سکتا ہے جسکا ادراک ہو چکا ہو۔ مثلاً ایک مادرزاد نابینا رنگ کا احساس نہین کر سکتا اس لئے کہ اس کو رنگ کا ادراک نہین ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائین کہ مصائب کربلا کا ہمکو ادراک نہین ہے اس لئے کہ جب ہمکو گرمی مین پیاس لگتی ہے تو ہم فوراً پانی پی لیتے ہین، زیادہ سے زیادہ مئی جون کی گرمی مین ہم ایک گھنٹہ پیاسے رہ سکتے ہین۔ جب ہمکو ایک گھنٹہ کی پیاس کا ادراک ہوتا ہے تو ہم اس کی بنا پر کا احساس کر سکتے ہین جو مثلاً پانچ گھنٹہ پیاسا رہے مگر ہم اس کی پیاس کا احساس نہین کر سکتے جو تین شبانہ روز گرمی کے موسم مین پیاسا رہا ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا ایک عزیز مرجائے تو وہ اس شخص کے قلب کی کیفیت کا احساس کر سکتا ہو جس کے تین عزیز ایک دن مین مرجائین مگر اس کے قلب کا احساس نہین کر سکتا جس کے گھر کے بہتر موتی ایکدن مین لٹ جائین۔

اس لئے ظاہر ہے کہ ہمکو واقعۂ کربلا کی تفاصیل کا ہرگز احساس
نہین ہو سکتا۔ لہذا ہم واقعہ کربلا سے متاثر نہین ہو سکتے مگر پھر بھی
ہم حسینؑ پر گریہ کنان ہوتے ہین حالانکہ فطرت کے جملہ قوانین
اس عمل کی مخالفت کر رہے ہین۔ اس کا جواب بس یہی ہے کہ رسولؐ
کا وعدہ جو آپ نے جناب فاطمہ سے کیا تھا کہ خدا ایک امت کو پیدا
کرے گا جو حسین کا ماتم کرے گی پورا ہو رہا ہے اور یہ ہمارے
حسینؑ بن علیؑ کا اعجاز ہے جو جملہ قوانین فطرت کو توڑ کر
ان کے مبارک نام کو بلند کر رہا ہے۔ وہ چیز جو قوانین فطرت کے
شکست کے بعد اس طرح ظہور مین آئے جس طرح اس کے
ظاہر کرنے مین عوام الناس قاصر ہون وہ معجزہ ہے۔ اب آپ
گریہ کو دیکھئے مین پہلے ہی ثابت کر چکا ہون کہ قوانین فطرت اور
سائیکالوجی (علم النفس) حسینؑ پر رونے سے ٹوٹ رہے ہین۔
جو یقیناً ایک اعجاز ہے۔ اب مین عرض کر سکتا ہون کہ جس طرح
قرآن مجید رسول مقبول کا ایک تبلیغی اور زندہ جاوید معجزہ
ہے اسی طرح گریہ و بکا حسین مظلوم کا ایک ابدی تبلیغی معجزہ
ہے اور جس طرح قرآن دنیا کے واسطے ہدایت اور دین فطرت
کے لئے مشعل راہ ہے اسی طرح گریہ اخلاق و ایثار کا مجدد،
استقلال اور شجاعت کا خالق، حق پرستی اور ایمان شعاری
کا مبدا، ہے اور خدا نے اس معجزہ کو مثل قرآن اس لئے زندہ
جاوید بنا دیا ہے کہ ہمیشہ حسینؑ کے نام کے ساتھ اسلام، اخلاق
خدا پرستی، صداقت شعاری، تزکیۂ نفس، صبر، ایثار، مستقل
مزاجی، شجاعت اور عبادت زندہ رہین۔

بقیہ صفحہ ۹۲

موجود ہے۔ پھر حضرت گھوڑے سے اترے اور نیام شمشیر
سے ایک گڑھا کھودا اپنے بچے پر نماز پڑھی اور اوسکا خون
اوس کے بدن پر ملکر اپنے چاند کو زیر خاک چھپا دیا اس مقام پر
میر انیس مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اوٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

ایثار حسینی

از جناب ولایت حسین صاحب ولاؔ ذاکر دربار عالیہ رامپور

ہے شبیہ مصطفیٰ جاتا ہے مرنے کیلئے
باپ آمادہ ہوا ہے صبر کرنے کے لئے

آج بیٹا بھی نہیں ہے دین احمد سے عزیز
اذن اکبر کو دیا ہے خوں میں بھرنے کیلئے

عشق حق کی آخری منزل ہے دل اولاد کا
کوئی بھی راضی نہیں ہوتا ہے مرنے کے لئے

ہاں مگر بزم جہاں میں اک حسین ابن علیؑ
مستعد ہے اپنے دل پر جبر کرنے کیلئے

نذر طوفاں کر رہا ہے نا خدا فرزند کو
بس یہی تدبیر ہے کشتی ابھرنے کیلئے

دیدے لو لکے ٹکڑے بھی خدا کی راہ میں
گھر لٹا یا کام امت کا سنورنے کیلئے

اے ولاؔ جس کو خدا سے عشق ہوا ایسا تو ہو
خود بھی اب بیتاب ہے جی سے گذرنے کیلئے

ہے بجا گریہ کہے ہر ذرۂ خاک شہید
زندگی چاہو مگر اس طرح مرنے کیلئے

یاد رکھو سیرت شبیر ہے درس عمل
آدمی پیدا ہوا ہے کام کرنے کیلئے

کربلا کا ششماہہ شہید

(نوشتہ جناب مولانا سید حمید حسین صاحب صدر الافاضل لکھنؤ)

۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں جن حامیان دین نے مردہ اسلام کے زندہ کرنے کو فرزند رسول امام حسینؑ کی نصرت میں اپنی جانیں دیں اون سرفروشوں میں باعتبار سن کے سب سے چھوٹا شہید فرزند رسول کا شیرخوار بچہ علی اصغر علیہ السلام ہے جس کی عمر چھ مہینہ سے زیادہ نہ تھی لیکن اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ حسینؑ کے فدائیوں میں کس کی شہادت سب سے زیادہ اون کی مظلومی وبیکسی اور اون کے دشمنوں کی سنگدلی وبیرحمی ثابت کرتی ہے یہ بچہ شہید اعظم کہلانے کا مستحق ہے اور شاید اسی وجہ سے قدرت کی طرف سے اس بچے کی شہادت سب شہیدوں کے آخر اور صرف امام حسینؑ کی شہادت کے اول رکھی گئی۔ یوں تو مظلوم کربلا کی ہر مصیبت جانگزا اور روح فرسا ہے مگر یہ واقعہ ایسا ہے جس نے دل کی دنیا میں ایک تہلکہ ڈالدیا۔ یہی وہ واقعہ ہے جسکو صفحات تاریخ میں دیکھکر انسانیت تھرا جاتی ہے اخلاق کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں عرب کی حمیت انگشت بدندان نظر آتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیائے مظالم میں یہ ظلم اپنی آپ نظیر ہے۔ امم ماضیہ میں حرملہ بن کاہل یا عقبہ اسدی یا قدیرہ عامری کی ایک ہلکی سی مثال ملتی ہے یعنی فرعون کہ اوس نے تلاش جناب موسیٰ میں کتنے ہی بچے قتل کرا ڈالے مگر اوس کی ایک غرض تو تھی وہ غیر صحیح ہی کیوں نہ ہو اور یہاں تو کوئی غیر صحیح غرض بھی نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ اون مقتول بچوں کے زندہ رہنے میں فرعون کا بزعم خود ایک نقصان تھا مگر اس بچے کی زندگی کس کے واسطے مضر تھی۔

یہ شیرخوار بچہ تھا تو اوس سن میں جس سن میں بچوں کی قوت متخیلہ بلکہ ہر قوت نہایت محدود ہوتی ہے اور سوا چند باتوں کے نہ وہ کچھ سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں۔ اس عمر کے بچوں میں نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے نہ وہ اشتیاق کی منزلیں طے کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اون کے حسیات مخصوص ہوتے ہیں اون کے ارادے محدود ہوتے ہیں اون کی خوشی وقتی ہے اونکا غم ناپائدار ہوتا ہے وہ عزت وذلت میں فرق نہیں کرسکتے اون کو جس چیز سے مانوس کردیجیے مانوس ہوجاتے ہیں جس شے سے ڈرا دیجیے اوس سے ڈرنے لگتے ہیں وہ آگ کے دہکتے ہوئے انگارے اور لعل شب چراغ میں امتیاز نہیں کرسکتے پھر بھلا اس سن کے کسی بچے میں یہ قابلیت کہاں کہ وہ وقتی ایذا میں ابدی راحت کا احساس کرسکے یا اپنی موت میں مذہبی حیات کا جلوہ دیکھکر ایثار سے کام لے سکے مگر تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ یہ بچہ اس سن میں غیر معمولی قوتوں کا مالک تھا۔ وہ مرتبہ شہادت سے بھی آگاہ تھا اور اوس کے ننھے سے دل میں شوق شہادت کا جذبہ بھی کافی موجود تھا۔ وہ یہ خوب جانتا تھا کہ میری موت مسلمانوں کی روحانی زندگی بلکہ حیات دین اسلام کا باعث ہے اور یہی سبب تھا کہ یہ بچہ گلے پر تین بھال کا تیر کھا کر ہنس دیا ورنہ عام طور سے بچے اذیت اوٹھا کے رونے لگتے ہیں اور عجب نہیں جو اس بچے کا تبسم سپاہ یزید کی اس وحشیانہ حرکت پر ازراہ تعجب ہو اور ہنسی اس بات پر آئی ہو کہ یہ لوگ مجھے قتل کرکے اپنی کامیابی کا خواب دیکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی نافہمی ہے اس تیر نے مجھے ہلاک نہیں کیا بلکہ ان کی کامیابی کو ذبح کر ڈالا اور جس کو یہ نافہم اپنی کامیابی تصور کر رہے ہیں دراصل وہ ان کی ناکامی اور میرے مظلوم باپ کی کامیابی ہے کیونکہ اگر یہ ظالم مجھے قتل نہ کرتے تو میں پیاس کے مارے چند ساعتوں کے بعد خود ہی ہلاک ہوجاتا اور انکے ہاتھ میرے خون سے رنگین نہ ہوتے مگر ان بے رحموں نے مجھے تیر مار کے اپنی انتہائی سنگدلی د

شقاوت کا ثبوت دیدیا اور داور محشر کے سامنے کوئی عذر کی گنجائش باقی نہ رکھی اور میرے باپ کی مظلومی کو تو ایسا اوبھار دیا کہ اب وہ کسی کے دبانے سے دب ہی نہین سکتی۔

تاریخ مین اس بچے کا تیر کھانے پر متبسم ہونا بلکہ صاحب اسرار کا وہ استنباطی مضمون بھی کہ علی اصغر نے امام مظلوم کی آواز فریاد سنکر قماط کو پارہ کر ڈالا اور اپنے کو گہوارہ سے زمین پر گرا دیا جس پر عام ذاکرین کو روایت کا اشتباہ ہو گیا ہے کچھ قابل تعجب نہین رہتا اس واسطے کہ جو بچہ تیر کھا کر ہنسدے اوس سے کیا بعید ہے کہ وہ امام زمانہ کی صدائے استغاثہ پر زبان بے زبانی یون لبیک کہے۔

روایتون مین اس بچے کی شہادت کے متعلق دو قسم کا اختلاف ہے ایک یہ کہ امام حسین کا جو فرزند آپ کی گود مین تیر ستم کا نشانہ ہوا اوسکا نام علی اصغر ہے یا عبید اللہ اکثر کتب مقاتل مین اوس بچے کا نام عبید اللہ ہے اور زیارت ناحیہ مین بھی یہی ہے اور بہت سے مقاتل اور تاریخون مین اوس کا نام علی اصغر ہے دوسرے یہ کہ حضرت نے اوس بچے کے واسطے سپاہ یزید سے پانی مانگا تھا یا نہین۔ یہ اختلاف کچھ بعید نہین ہے اسلئے کہ آج کا واقعہ اگر آج ہی بیان کیا جائے اور بیان کرنے والے مختلف ہون تو سب کے بیان مین کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہوگا جیسا کہ ہم رات دن دیکھا کرتے ہین پھر تیرہ سو برس کے واقعات جب مختلف لوگ نقل کرین اور برابر نقل در نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہونچین تو اون مین اختلاف ہونا کیا تعجب خیز ہے۔ اہل تاریخ اور ارباب مقاتل کے متدین گروہ سے بھی اگر کوئی تاریخی لغزش ہو جائے تو ہرگز قابل ملامت نہین ایک تو اونکا انسان اور غیر معصوم ہونا اون کو معذور قرار دیتا ہے دوسرے یہ کہ اون بیچارون کو روایات کے جمع کرنے اور کتابون کے تحریر کرنے مین جن جن زحمتون کا مقابلہ کرنا پڑا ہے اونکو اونہین کا دل خوب جانتا ہے آج ہمارے ہاتھ مین اونکا جمع کیا ہوا ذخیرہ ہے جس کی ہم تنقید کر رہے ہین اور انکا کمایا ہوا مال ہے جسکو ہم پرکھ رہے ہین لیکن اگر یہ خزانہ ہمکو نہ ملتا تو ہم کاہے کی تنقید کرتے اور کس چیز کو پرکھتے۔

تاریخی واقعات کی جانچ کے وہ طریقے نہین ہین جو حدیثون کے جانچنے کے ہین ورنہ پھر تاریخی واقعات بہت محدود بلکہ اونگلیون پر گننے جانے کے قابل رہ جائینگے یہان اس کی ضرورت نہین ہے کہ راوی امامی ہو عادل ہو ثقہ ہو بلکہ صرف یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ واقعہ خلاف عقل اور روایت خلاف درایت تو نہین ہے ایک واقعہ دوسرے مسلم واقعہ کی رد تو نہین کرتا یا یہ واقعہ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اوسکی شان یا مذہب کے خلاف تو نہین ہے اور اگر دو تاریخون مین اختلاف ہو تو مورخ کی جلالت قدر سے زیادہ قرائن مقام سبب ترجیح ہین۔ جین ارباب مقاتل نے اس بچے کی شہادت یون لکھی ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب زینب سے اس بچے کو بغرض وداع منگا کر گود مین لیا اور پیار کرنے کو جھکے یا پیار کر رہے تھے کہ دشمن کے لشکر مین سے ایک ظالم نے تیر مارا جس سے یہ بچہ حضرت کی گود مین ہلاک ہو گیا اون کی جلالت قدر مین شک نہین مگر بنا بر اس روایت کے حضرت کا اتمام حجت اوتنا کامل نہین ہوتا جتنا دوسرے روایت کے بنا پر کامل قرار پاتا ہے اور سپاہ یزید کا عذر بھی اس روایت سے اوسقدر قطع نہین ہوتا جسقدر اوس روایت سے قطع ہوتا ہے جس مین حضرت کا اس بچے کو گود مین لیکر میدان مین آنا اور دشمنون کو اوس کی حالت دکھا کر اون سے اوس کے واسطے پانی طلب کرنا مذکور ہے لہذا امور مذکورہ پر نظر رکھتے ہوئے دوسری ہی روایت زیادہ قابل قبول معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ اوس روایت سے حضرت کا حجت تمام کرنا اکمل قرار پاتا ہے اور سپاہ یزید کو ذرا بھی عذر کی گنجائش باقی نہین رہتی علاوہ اس کے امام مظلوم کے وہ اشعار جن کی راوی جناب سکینہ ہین جن مین ایک شعر یہ بھی ہے کہ۔

لیتکم فی یوم عاشورا جمیعا تنظرونی
کیف استسقی لطفلی فابوا ان یرحمونی

یعنے میرے دوستو کاش تم سب روز عاشور موجود ہوتے اور دیکھ لیتے کہ مین نے کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگا اور کسی نے مجھپر رحم نہ کھایا یہ شعر بھی اوسی روایت کا موید ہے جس مین حضرت کا پانی طلب کرنا مذکور ہے۔ اب رہا ہمدردان یزید کا یہ اعتراض کہ حسینؑ اوس بچے کو میدان مین لائے ہی کیون جہان تیرون کی بوچھار ہو رہی تھی لہذا حضرت خود معاذ اللہ اوس بچے کی شہادت کا باعث ہوئے تو یہ کوئی جدید اعتراض نہین ہے پرانی بات ہے جسکا اختراع جنگ صفین مین ہوا تھا اور امیر المومنین علی بن ابیطالب کی طرف سے اوسکا معقول جواب بھی دیدیا گیا تھا وہی جواب یہان بھی دیا جا سکتا ہے مگر جواب دینے سے زیادہ مناسب اس مقام پر یہ ہے کہ اسکا جواب دنیائے انصاف کے حوالہ کرکے خاموشی اختیار کرلی جائے اس لئے کہ اس گروہ کو عذر تراشی مین اچھا خاصہ ملکہ ہے اور یہ لوگ واقعات کی دنیا کو تاریک کرکے یہ چاہتے ہین کہ دنیا والے یزید اور یزیدیون سے بدگمان نہ ہون ورنہ یہ بدگمانی آگے بڑھکے رنگ لائے گی اور امام غزالی نے واعظین پر ذکر مصائب حسینؑ کو حرام قرار دیکر اور اوسکا سبب بیان کرکے اس منشا کو بالکل صاف کر دیا ہے ورنہ بظاہر ذکر مصائب حسینؑ کو بغض صحابہ سے دور کا لگاؤ بھی نہین ہے۔

اس بچے کی شہادت پر جسقدر تبصرہ کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا اب بلحاظ ایام عزا چاہتا ہون کہ قارئین کرام کے مثوبات مین اضافہ کی غرض سے یہ واقعہ بھی نقل کردون۔

ناسخ التواریخ۔ دمعۂ ساکبہ۔ ینابیع المودۃ۔ شرح شافیہ اکسیر العبادات۔ مقتل ابومخنف۔ حبیب السیر۔ روضۃ الشہداء وغیرہا مین ہے کہ جب امام حسین روز عاشور کربلا کے میدان مین تنہا رہگئے اور کوئی یار و مددگار باقی نہ رہا تو آپ خود بہ نفس نفیس عازم شہادت ہوئے۔ تمام اہل بیت سے رخصت ہوے۔ زرہ پہنی۔ ہتیار لگائے۔ یہ دیکھکر تمام اہل بیت مین شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے فرزند علی کو مجھے دو کہ اوس سے بھی رخصت ہو لون۔ آپ کی بہن جناب زینب یا جناب ام کلثوم اوس بچے کو لائین اور عرض کیا کہ بھیا آپ کا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کے واسطے ان لوگون سے پانی طلب کیجئے حضرت نے اوس بچے کو لے کر پیار کیا اور گود مین لئے ہوئے سپاہ یزید کے سامنے تشریف لائے پھر اوس بچے کو ہاتھون پر لے کر اشقیا سے خطاب فرمایا اور کہا کہ اے قوم تم لوگون نے میرے سب عزیزون اور دوستون کو قتل کر ڈالا؛ یہ بچہ باقی رہگیا ہے وائے ہو تمپر کیا تم نہین دیکھتے کہ پیاس کے مارے یہ کیسا تڑپ رہا ہے سلے شیعیان آل ابوسفیان اگر تم نے اپنے خیال مین (معاذ اللہ) مجھے گنہگار سمجھ لیا ہے تو یہ بچہ تمھارے نزدیک بھی بے خطا ہے (یعنے اگر یزید کی بیعت نہ کرنے پر مین مجرم قرار دیا گیا ہون تو اس شیر خوار بچہ پر یہ الزام نہین لگایا جا سکتا) اسکو تو پانی پلا دو کہ پیاس کے مارے اس کی مان کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ دشمن کی فوج مین سے کسی نے حضرت کی بات کا جواب نہ دیا مگر خدا لعنت کرے حرملہ بن کاہل پر کہ اوس نے ایک تیر سہ شعبہ ایسا تاک کر لگایا کہ جس نے اوس بچے کو ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر ڈالا اور وہ بچہ باپ کی آغوش مین ہلاک ہو گیا امام مظلوم نے زخم گلوئے فرزند کے نیچے چلو لگا دیا جب خون سے چلو بھر گیا تو جانب آسمان پھینکدیا اور فرمایا کہ یہ سب مصیبتین مجھپر آسان ہین کیونکہ خدا دیکھ رہا ہے پھر درگاہ باری مین عرض کیا کہ بارالہا میرا یہ بچہ تیرے نزدیک بچۂ ناقۂ صالح سے تو کم نہ ہوگا خداوندا اگر آج تو نے اپنی مدد مجھسے روک لی ہے تو اسکا عوض اس سے بہتر عطا فرمانا اوسوقت ایک ہاتف غیب کی آواز آئی کہ اے حسین تم اس بچے سے دلکش ہو جاؤ اس کے واسطے ایک دودھ پلانیوالی عورت جنت مین

حسینؑ اور آپ کے اصحاب باوفا

(از جناب مولانا سید محمد صاحب موسوی کشمیری از نجف اشرف)

صفحۂ ارض پر کونسی ایسی فرد ہوگی جو کربلا کے جان گداز واقعہ سے بے خبر ہو یہ خصوصًا اسلام مین تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ فرزند رسولؐ کو بعض درندہ صفات آدمیون نے جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے ایک چٹیل میدان مین بلا کر مع عزیز و انصار بیدردی سے شہید کر ڈالا۔ آپ نے جب دیکھا کہ شجر اسلام پژمردہ ہو رہا ہے اور رسولؐ اللہ نے جس پودے کو بڑی محنتون سے لگایا تھا اب وہ خشک ہو رہا ہے بغیر سینچے وہ ہرا بھرا نہین ہو سکتا تو آپ نے اس کی آبیاری اپنے خون سے کی اور شجر اسلام کو ایسا ہرا بھرا کیا کہ قیامت تک اسکا وجود رہیگا آپ نے نہ صرف اپنے خون مبارک سے اس کی آبیاری کی بلکہ اپنے تمام اصحاب و اعزا کا خون اس کے سرسبز کرنے مین صرف کر دیا لیکن کیا حسین نے کسی کو قتل ہونے پر مجبور کیا ہرگز نہین بلکہ برابر اعلان فرماتے رہے کہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہین تم جا سکتے ہو لیکن آپ کے اصحاب باوفا ایسے تھے جنھون نے نصرت اسلام مین اپنی شہادت خوشی سے گوارا کی اس وقت مین صرف بعض اصحاب باوفا کا حال ذکر کرنا چاہتا ہون جس سے اسکا اندازہ ہو جاوے کہ ان مین کیسی شجاعت تھی اور ایمان انکا کیسا مستحکم تھا اور وہ اس نصرت اسلام کی وجہ سے کن مراتب پر فایز ہوے ان کے مراتب کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ بارھوین حجۃ صلوٰۃ اللہ علیہ ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ سلام کرتے ہین اور اظہار تمنا کرتے ہین کہ ہم کو تم لوگون کی مرافقت جنت مین نصیب ہو۔ یا کاش ہم بھی میدان کربلا مین تمہارے ساتھ ہوتے تو ہم بھی درجۂ عظیم تک پہونچتے۔ چنانچہ فرماتے ہین۔ السلام علی سعد بن عبد اللہ الحنفی القائل للحسین و قد اذن لہ فی الانصراف لانخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ فیک و اللہ لو اعلم انی اقتل ثم احیا ثم احرق ثم اذری و یفعل بی ذالک سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک وکیف افعل ذالک و انما ہی موتۃ او قتلۃ واحدۃ ثم ہی بعدہا الکرامۃ التی لا انقضاء لہا ابدًا فقد لقیت حمامک وواسیت امامک و لقیت من اللہ الکرامۃ فی دار المقامۃ حشرنا اللہ معکم فی المستشہدین و رزقنا مرافقتکم فی اعلی علیین۔

یعنے سلام ہو سعد بن عبد اللہ حنفی پر جبکہ حسینؑ نے انکو پلٹ جانے کے لئے فرمایا تو عرض کی کہ مولا ہم آپکو کبھی نہین چھوڑین گے یہان تک کہ خدا کو معلوم ہو جاوے کہ رسول اللہؐ کے اٹھ جانے کے بعد ہم نے آپ کی حفاظت کی خدا کی قسم کہ مین بعد قتل زندہ کیا جاؤن اور (آپ کی نصرت مین) جلا دیا جاؤن اور میری خاک منتشر کی جاوے ایک مرتبہ نہین اگر ستر مرتبہ بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا جاوے تب بھی مین آپکی رفاقت نہین چھوڑونگا یہان تک کہ مین آپ کے سامنے موت سے ہم کنار ہو جاؤن مین آپکو کیونکر چھوڑ سکتا ہون موت یا قتل تو ایک دفعہ ہے لیکن اس کے بعد ابدی راحت اور کرامت حاصل ہوگی۔ اب بارھوین حجۃ صلوٰۃ اللہ علیہ سعد سے خطاب کر کے فرماتے ہین کہ اے سعد اس مین شک نہین تو نے موت کا ذائقہ چکھا اور اپنے امام (مفترض الطاعۃ) کی مدد کی اور دائمین کرامت خدا کی جانب سے جنت مین پائی خدا ہمکو بھی تمھارے ساتھ شہیدون مین اٹھاوے اور جنت مین تم لوگون کی رفاقت نصیب کرے۔ ان فقرات بالا کی تحریر سے اصحاب امام مظلوم کے مرتبہ اور جلالت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے ان حضرات کی بلند

نی کا بھی پتہ چلتا ہے اور ایمان راسخ کا پتہ بھی ملتا ہے
حان اللہ نصرت اسلام مین اپنے سے ستر مرتبہ قتل ہونا
ر جلنا آسان سمجھتے ہین لیکن نصرت حسینؑ سے دست
نت ہونا گوارا نہین کرتے۔ اسی طرح بارھوین حجتہؑ
ر اصحاب حسینؑ کو سلام کر کے اُنکے واقعات کو بیان کرتے
ین فرماتے ہین السلام علی زہیر بن قین البجلی القائل للحسین
قد اذن لہ فی الانصراف لا و اللہ لایکون ذالک ابدًا
ترک ابن رسول اللہ اسیرًا بین الاعداء و انجو لا ارانی
ذالک الیوم۔

یعنی خدا کا سلام ہو زہیر ابن قین پر ان (بزرگوار)
لو جب حسینؑ نے رخصت کیا تھا تو عرض کی کہ مولا خدا کی
قسم یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ مین فرزند رسولؐ کو اعداء (دین)
کے ہاتھ مین اسیر چھوڑ کر چلا جاؤن خداوند کریم مجھکو وہ دن
نہ دکھلاوے۔ اس شہید راہ خدا کے بارے مین تواریخ
مین موجود ہے کہ یہ بزرگوار اپنے قوم کے رئیس تھے۔ چنانچہ
ایک جماعت ناقل ہے کہ ہم لوگ زہیر ابن قین کے ہمرکاب
تھے ایک مقام پر ہم لوگ پہونچے تو ایک طرف امام مظلومؑ
کا خیمہ نصب ہوا اور دوسرے جانب زہیر خیمہ زن ہوئے
ایک دفعہ ہم لوگ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے اسی اثناء مین مظلوم
کربلا کا قاصد آیا زہیر سے بعد سلام کہا کہ آپکو امام حسینؑ بلا رہے
ہین زوجہ زہیر یہ ماجرا دیکھ رہی تھی زہیر سے مخاطب کر کے کہا
کہ سبحان اللہ آپکو فرزند رسولؐ بلاتے ہین اور آپ جانے مین
تاخیر کرتے ہین جائیے دیکھیے کہ حضرت کیا فرماتے ہین انلوگون کا
بیان ہے کہ زہیر خدمت امامؑ مین گئے اور فورًا خوش حال پلٹ آئے
آپ نے خیمہ کو وہان سے اٹھوا کے خیمہ امام حسینؑ کے متصل
نصب کیا اور زوجہ کو طلاق دی اور اسکا مال و اسباب اس کے
حوالے کر کے بعض بنی اعمام کے سپرد کیا تاکہ اسکو اس کے قبیلہ تک
پہونچا دین اوس معظمہ نے جاتے وقت زہیر سے التماس کیا کہ
دیکھیے مجھکو رسول اللہ کے سامنے فراموش نہ کیجیے گا۔ زہیر کا یہ

واقعہ یعنی اپنی زوجہ کو طلاق دینا نیز اوس معظمہ کا جاتے وقت
التماس کرنا اس بات پر شاہد ہے کہ زہیر جان نثاری کا پورا
پورا ارادہ کر چکے تھے اور اُس کی زوجہ کو بھی یقین تھا کہ اب
زہیر زندہ نہین پلٹ سکتے اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ
یا آپ کے اصحاب کا مقصد صرف یہ تھا کہ نصرت دین مین شہید
ہو جائین ورنہ اگر کوئی اور مقصد ہوتا تو کبھی زہیر اپنی زوجہ کو
طلاق نہ دیتے اور نہ زوجہ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے تاکہ وہ یہ
کہتی کہ دیکھیے رسول اللہؐ کے سامنے مجھے فراموش نہ کیجیے گا اور
شب عاشورا تو امام مظلومؑ نے سب کو جمع کر کے اپنے نظریہ سے
آگاہ کر ہی دیا تھا جو لوگ کسی اور خیال سے آئے تھے وہ حضرت سے
الگ ہو گئے اور جو حسینؑ کے نظریہ کے بناپر نصرت پر آمادہ تھے
وہ لوگ رہ گئے اور وہی اصحاب ہین جن کے متعلق امام حسینؑ نے
ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے باوفا اصحاب نہ میرے نانا کو ملے نہ پدر
بزرگوار کو نہ میرے بھائی امام حسن کو۔ یہی وہ ہین جنھون نے
اپنی وفاداری کے سکے عالم کے قلوب پر اس طرح بٹھا دیئے جو
کبھی فنا نہین ہو سکتے۔

مقصد شہادت کی تکمیل

اسیران آل محمد کی زلزلہ افگن تقریریں

(از جناب مولانا سید سبط محمد صاحب رئیس اکبرپور)

روز عاشورہ امام حسینؑ مع اپنے اعوان و انصار عزیز و اقارب دوپہر کے عرصہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔ ادھر سوائے بیمار امام اور غمزدہ سیدانیوں کے کوئی باقی نہیں رہا اس طرف ابھی ہزاروں کا مجمع ہے فتح و ظفر کے نقارے بج رہے ہیں قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جارہی ہیں تمام لوگ اسلحہ بھر رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہر ایک اس طرح خوش و مسرور ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں مگر پھر بھی بعض طرفداران حکومت کے چہروں پر تردد اور فکر کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اسلئے کہ حسینؑ کا غم ہے؟ نہیں بلکہ اسلئے کہ اب قتل حسینؑ کو دبانے کی کیا تدبیریں کیجائیں خون سادات کو چھپانے کی کیا کوششیں کیجائیں کس ترکیب سے ہر ایک کو یہ باور کرا دیا جائے کہ خلیفہ وقت پر امام حسینؑ نے خروج کیا تھا اسلئے انکا قتل کردینا قابل اعتراض نہیں ظاہر ہے کہ اموی سلطنت کی وہ قوتیں جنھوں نے گنے چنے بہتر آدمیوں کے مقابل ہزاروں کی تعداد میں فوجیں آراستہ کردی تھیں حکومت وقت کی وہ طاقتیں جنھوں نے خاندان رسالت کو تباہ و برباد کرنے کیلئے خزانوں کے منھ کھول رکھے تھے کرسکتی تھیں کہ شہادت حسینؑ پر پردہ ڈال دیں اور دنیا اسی مغالطہ میں رہے کہ دو بادشاہوں میں جنگ ہوئی ایک کو فتح اور ایک کو شکست۔

مگر کام کیا ہے اس لاغر اور بیمار امام نے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور ان بیکس و لاوارث بیبیوں نے جنکی چادریں چھین لیگئیں تھیں جنکے خیمے جلادئے گئے تھے جن کا مال اسباب لوٹ لیا گیا جو حسینؑ کے شہید ہوتے ہی اسیر کرلی گئیں تھیں۔

دارالامارہ کوفہ ہو یا شام دربار ابن زیاد ہو دربار یزید ہر جگہ ان ستم رسیدہ سیدانیوں نے علوی فصاحت سے مقصد شہادت کی توضیح کردی تاکہ شہادت حسینؑ نہ مخفی کی جاسکے اور نہ کسی دوسرے رنگ میں رنگی جاسکے ہر ایک اسی طرح سمجھ لے کہ امام حسینؑ کون تھے؟ ان کو رسول سے کیا قرابت تھی؟ کس بے رحمی اور سفاکی سے شہید کئے گئے؟ ان کو قتل کرنے میں حکومت نے کیا مصلحت سمجھی تھی؟ ان کے اہلحرم کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ درحقیقت اگر ان چیزوں کی تصریح و تشریح نہ کیجاتی تو حکومت اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی اور شہادت حسینی کا کوئی اثر مترتب نہ ہوتا مختصر یہ کہ شہادت کے بعد مقصد شہادت کی تکمیل نہ ہوتی اور حسینؑ کی شہادت مرگ یزید کا سبب نہ بنتی اگر یہ عورتیں ہمراہ نہ ہوتیں کوفہ کا بازار تماشائیوں کا ہجوم، ہزاروں آدمیوں کا مجمع، کہ ایک مرتبہ ثانی زہرا جناب زینبؑ نے خطبہ شروع کیا سننے والوں کو دھوکا ہوا کہ علی مرتضیٰ بول رہے ہیں سب سے پہلے آپ نے خداوند عالم کی حمد و ثنا کی اسکے بعد آنحضرت صلعم کی تعریف و توصیف کی پھر ارشاد فرمایا۔

خطبہ جناب زینبؑ

اے کوفے کے رہنے والو! اے مکر و فریب کرنیوالو! اب رو رہے ہو خدا کرے ہمیشہ روتے رہو اب فریاد و فغاں کررہے ہو خدا کرے ہمیشہ نالہ و فریاد ہی کرتے رہو نہ کبھی تمہارے آنسو تھمیں اور نہ کبھی تمہاری آہ و زاری میں کمی ہو تمہاری مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی عورت ایک ریسمان بٹے اور پھر اسے کھول دے تم نے بھی حبل اللہ اپنے رشتہ ایمانی کو توڑ ڈالا اور کفر کی طرف پلٹ آئے جس رسی سے تم نے تمسک کیا تھا اسی کو قطع کرنیکے لئے تیار ہوگئے تم میں خود ستائی.

تکبر، نخوت، غرور، جھوٹ، مکاری، حیلہ سازی، چاپلوسی کے سوا اور کچھ نہیں پایا جاتا تمہارا ظاہر اور ہے باطن اور تمہاری مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے گھورے (مزبلہ) پر گھاس یا تاریکل (قبر) پر نقرہ کاری جو دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتا ہے لیکن بیکار اور بے حقیقت ہے۔

کوفہ والو! تم نے اپنا نامہ عمل بالکل سیاہ کر دیا تم نے آخرت کیلئے بہت خراب توشہ بھیجا تم نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی عاقبت خراب کر دی تم نے خدا کی نافرمانی کی اور اسکے غضب کا سبب بنگئے (یاد رکھو) اب تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔

اے مکر و فریب کے پتلو! (تمہاری آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں) تو کیا تم سچ مچ رو رہے ہو! خود ہی تو تم نے قتل کیا اور خود ہی اب چیخیں مار مار کے رو رہے ہو (یہ مکر و فریب) اچھا روؤ اور ضرور روؤ تم کو اب یہی چاہئے کہ کم ہنسو اور زیادہ رو و خداوند عالم بھی یہی فرماتا ہے۔

تمہارا دامن ہستی گناہوں سے آلودہ ہے تمہارا پیراہن حیات عیب و عار کی کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اس پر سیاہ بدنما دھبے ہیں (ہاں تو اب تم یہ چاہتے ہو کہ ان آنسوؤں سے ان دھبوں کو دھو ڈالو) یاد رکھو تم ان خون ناحق کی چھینٹوں کو کسی پانی سے نہیں دھو سکتے اور ان قیامت تک باقی رہنے والے داغوں کو کسی طرح نہیں مٹا سکتے۔

تم نے خاتم النبیین کے فرزند دلبند کو شہید کیا اب اسکا تدارک کرنا چاہتے ہو! ہرگز نہیں تدارک کر سکتے تم نے اس جلیل القدر اور عظیم المرتبہ انسان کو قتل کیا جو تمہارا ماویٰ و ملجا اور تمہارے پیشواؤں کی مدد کرنے والا تھا تمہاری ہر مصیبت میں کام آنیوالا اور تمہیں ہر تکلیف سے نجات دینے والا تھا تم نے اس عظیم الشان ہستی کو تہ تیغ کیا جسکے ذریعہ سے تم نے خدا کا دین پہچانا اور رسولؐ کی شریعت سمجھی اے اہل کوفہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم نے وہ بدترین گناہ کیا جسکی توبہ نہیں اب تم قیامت تک کیلئے خدا کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ تمہارے ہاتھ قطع ہو جائیں تم نے حسین ابن علی کو شہید کیا اور ان کے اہل حرم کو بے پردہ کیا آہ فرزندان رسولؐ کا خون تم نے پانی کیطرح بہایا انکی حرمت اور عزت کو نہ پہچانا کوفہ والو! تمہاری بد افعالیوں کے سبب زمین تاریک ہو گئی افلاک سیاہ ہو گئے آسمان سے خون برسا اور اب جو آخرت میں ظاہر ہوگا وہ اس سے زیادہ عظیم ہے ہاں اور ابھی جو فوراً تم پر عذاب الہی نازل نہیں ہوا تو اس سے بے پرواہ ہو جانا اس فرصت اور مہلت سے مغرور نہ ہو جانا خداوند عالم عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا (تعجیل تو وہ کرے جسکو دشمن کے نکل جانے کا اندیشہ ہو) وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ انتقام کا وقت گذر جاتا ہے وہ جس وقت چاہے انتقام لے سکتا ہے۔"

خطبہ جناب ام کلثوم

بعد حمد خدا و نعت رسولؐ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اے کوفہ والو! تمہارا انجام برا ہو تمہارے منہ سیاہ ہوں آہ تم نے میرے مظلوم بھائی کو شہید کیا (ہاں ذرا یہ تو بتاؤ) کس لئے خط بھیج بھیج کر بلایا تھا کیا اسی لئے کہ جب وہ آئیں تو انکی مدد نہ کرو آہ تم نے ان کے اعوان و انصار کو قتل کیا ان کے عزیز و اقارب کو شہید کیا ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا ان کے اہل حرم کو اسیر و مقید کیا۔

اہل کوفہ (خدا کیلئے ذرا آنکھیں کھولو سمجھو غور کرو۔) تم نے کیا کیا ظلم و ستم کئے کیسے کیسے محترم انسانوں کا خون بہایا آل رسول کو غمگین اور رنجیدہ کیا آنحضرت کے بعد بہترین خلق خدا کو قتل کیا تمہارے دلوں سے رحم دور ہو گیا تم پر شیطان مسلط ہو گیا مگر یاد رکھو شیطانی گروہ ہمیشہ مغلوب اور ربانی گروہ ہمیشہ غالب رہتا ہے (در حقیقت جسکو تم فتح سمجھ رہے ہو وہ شکست ہے) اس کے بعد آپ نے مرثیہ شروع کیا اور مصائب امام حسینؑ کو کسی قدر توضیح و تشریح کے ساتھ بیان فرمایا آپ مرثیہ پڑھ رہی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپکی آہ و زاری نالہ و بیقراری نے گرد و پیش مجمع پر خاص اثر کیا ہر شخص زار و قطار رو رہا تھا لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے عورتیں دیوانہ وار گھروں سے نکل آئیں اپنے سروں کے بال کھول دئے

بقیہ مضمون صفحہ [illegible] پر ملاحظہ ہو

حسینی نماز

از جناب مولوی سید قاسم شاہ صاحب موسوی کشمیری مولوی
الہ آباد یونیورسٹی متعلم سلطان المدارس

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جو اسلامی تعلیمات عامۃ الناس کی فلاح دارین کیلئے پیش کیں انمیں سے وہ اجزا جو خصوصیت سے عملی نمونہ کے محتاج تھے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسپر عمل کرکے دکھادیا اور خود آپ ہی نے نہیں بلکہ آپکی آل اطہار نے بھی تعلیم اسلامی کے وہ عملی نمونے پیش فرمائے ہیں جنکی نظیر پیش کرنے سے آج تاریخ اسلام قاصر ہے۔ ایک فریضہ نماز کو لے لیجئے تو اسکی اہمیت کا اندازہ کرنے کیلئے آپکو میدان کربلا میں روز عاشورہ جناب امام حسین علیہ السلام کی نماز عصر کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

یہ ایسا وقت تھا کہ اگر دانہ زمین میں ڈالتے تھے تو دھوپ اور ریتلی زمین کی حرارت سے بھن جاتا تھا ایسے عالم میں جبکہ آپ پر ہر لحظہ مصائب بڑھتے جاتے تھے ایک صحابی ابو ثمامہ صیدادی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی آقا میری جان آپ پر فدا ہو تمنا یہ ہے کہ اب آپکے پیچھے ایک نماز اور ادا کرلوں اور راہ جنت لوں یہ سنکر حضرت نے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھاکر دیکھا کہ وقت نماز آگیا ہے فرمایا ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین تمنے نماز یاد دلائی خدا تمھیں نماز گزاروں میں شمار کرے پہلے نماز ادا کرلیں۔ چنانچہ نماز شروع ہوئی اس نماز میں ہر طرف سے تیر آرہے تھے لیکن نماز پڑھ رہے تھے یہانتک کہ نماز ادا فرمائی مسلمان چشم بصیرت رکھتے ہیں تو وہ یہ فریضہ نماز کی ادائی کی اہمیت محسوس کرسکتے ہیں کہ نماز کسقدر اہم امر رب العالمین ہے۔

مراسلات

ہوگلی امام باڑہ میں شیعوں کو نماز عید اضحی کی ممانعت کے صحیح واقعات

خداوندان وقف محسنیہ کی استبدادیت

قوم شیعہ سے شیعیان بنگال کی اپیل

امام باڑہ ہوگلی میں ہر سال کا نکی تازہ رہتی تھی، کچڑا پاڑہ اور باگ کھال کے غربا و مومنین نماز عیدین میں اکثر شرکت کیا کرتے تھے اور جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ واعظ صدر الافاضل امام جمعہ و جماعت ہوگلی کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ اس سال ۲۷ جنوری کو ممبر انچارج سید ہادی صاحب کاظمی کا ایک نوٹس ملازمین امام باڑہ کے نام جاری ہوا جس میں یہ حکم تھا کہ جو ملازم مولانا سید علی صاحب کے پیچھے نماز پڑھے گا وہ فوراً ملازمت سے برخاست کر دیا جائے گا۔ اور ایک روضہ خوان صاحب کو نماز عید اضحی پڑھانے کیلئے معین کر دیا گیا۔ حالانکہ وہ نماز جماعت پڑھانے کے مجاز نہ تھے اور شیعہ مذہب میں اسی شخص کے پیچھے نماز جماعت پڑھی جاتی ہے جو عادل ہو اور مجتہدین کی طرف سے سند یافتہ ہو اسلئے اس نوٹس کی خبر جب مشتہر ہوئی تو اطراف ہوگلی کے مومنین نے ایک درخواست جس پر بہت سے دستخط تھے ممبر انچارج صاحب کی خدمت میں اس مضمون کی بھیجی کہ ہم لوگ نماز جمعہ اور نماز عیدین مولانا موصوف کی اقتدا میں پڑھا کرتے تھے کیونکہ مولانا موصوف مجتہدین کرام کے سند یافتہ اور نماز پڑھانے کے مجاز ہیں ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اور اس سے امام باڑہ کے امور انتظامیہ میں مداخلت کرنا مقصود نہیں ہے۔ ہم کو ملازمین امام باڑہ کی نماز کے بعد مولانا کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے ہم کو ان سے حسن ظن ہے اور ہم ان کو عادل سمجھتے ہیں مگر ممبر انچارج صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ مجبوراً احجاپور کے چند اشخاص نے مجسٹریٹ صاحب ہوگلی سے یہ درخواست کی کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ اس سال نماز سے ہم کو منع کیا جائے اور نقض امن کا خوف ہے لہذا پولیس کی امداد دی جائے۔ اس درخواست پر مجسٹریٹ صاحب ہوگلی نے محمد یحییٰ صاحب خیرازی سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم امام باڑہ کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے اس جواب کے بعد مجسٹریٹ صاحب نے درخواست کنندگان اور ان کے وکیل کو یہ حکم سنایا کہ تم لوگ امام باڑہ کے مقابل میدان میں نماز پڑھ سکتے ہو۔

درخواست کنندگان کے چلے جانے کے بعد متعلقین امام باڑہ نے اپنی حکام رسی سے نہ معلوم مجسٹریٹ صاحب کو کیا سمجھایا کہ انہوں نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ امام باڑہ کی کسی مملوکہ زمین پر نماز نہیں پڑھی جائے۔ یہ حکم شب کے سات بجے درخواست کنندگان کے وکیل کے پاس بھیجا گیا۔ متعلقین امام باڑہ نے حکام ضلع کو سمجھا کر پولیس کا کافی بندوبست کیا تھا اور یہ قصد کیا تھا کہ اگر وہ لوگ امام باڑہ کی مملوکہ زمین پر نماز پڑھیں تو پورے مجمع کو مع مولانا کے گرفتار کر لیا جائے۔

جب یہ خبر مولانا موصوف کو معلوم ہوئی تو ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ مجمع امام باڑہ کی مملوکہ زمین پر نماز کے لئے ضد کرے اور گرفتار کرا دیا جائے اسلئے مولانا نے کلکتہ

میں نماز جماعت کے پڑھانیکے خیال کو ترک کیا اور علی الصباح ہوگلی تشریف لے گئے اور کل مجمع کو اسٹیشن پر روک کر سمجھایا کہ تم لوگ امام باڑہ کی غیر مملوکہ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہو۔ اس میں ضد کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ضد کرنے سے فتنہ وفساد کا خوف ہے۔ تمام مجمع نے مولانا کے حکم کی متابعت کی اور مولانا مجمع کے ساتھ اسٹیشن سے امام باڑہ کے سامنے گذرتے چلے گئے۔ اور نارمل ٹریننگ اسکول ہوگلی کے ماسٹر صاحب سے استدعا کی کہ وہ اپنے اسکول کے میدان میں نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اسکول نے نہایت خندہ پیشانی سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور تقریباً ڈھائی سو آدمیوں نے نماز عید اضحیٰ اسی میدان میں پڑھی دوران نماز میں فوٹو لیا گیا تاکہ لیگینی کی لاچاری و ہندو ہیڈ ماسٹر کی رواداری۔ اور شیعہ دشمنان وقف ہوگلی کے انسانیت سوز طریقۂ عمل کی یادگار صفحۂ روزگار پر ہمیشہ کیلئے باقی رہ جائے نماز کے بعد مولانا نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مجمع کے تالیف قلوب کے لئے ایک پُراثر تقریر فرمائی۔ اسکے بعد مجمع پُرامن طریقہ سے متفرق ہوگیا۔

ہم ان سچے واقعات کا ذکر کرنیکے بعد جملہ اراکین قوم شیعہ کی خدمت میں دست بستہ التماس کرتے ہیں کہ اس واقعہ کی اہمیت پر نظر کرتے ہوئے اس امر پر غور فرمائیں کہ ایسے ٹرسٹیان جو امام باڑہ کی کسی مملوکہ زمین پر شیعہ پبلک کو نماز تک کی اجازت نہ دیں۔ اور امام باڑہ کو اپنی مملوکہ جائداد سمجھتے ہوں وہ کہاں تک اس قابل ہیں کہ کسی وقف کے ٹرسٹی باقی رکھے جائیں۔ لہٰذا ارباب حل وعقد اسکی اصلاح کیلئے عملی اقدام فرمائیں اور اسی استبدادیت کا خاتمہ کردیں۔

المشتہرین

علی مظفر خاں۔ محمد علی خان ساکنان

اچھاپور ۲۴ پرگنہ بنگال

اظہار تعزیت

انجمن ناصر الایمان جائس ضلع رائے بریلی کا ایک وقتی جلسہ بتاریخ ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ بنابر اظہار تعزیت منعقد ہوا جس میں حسب ذیل رزولیوشن بصدارت جناب سید ناصر علی صاحب رئیس قصبہ جائس پیش کیا گیا

(۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ سانحۂ ارتحال حضرت صدر الشریعۃ سرکار ظہور الملۃ والدین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا المولوی السید ظہور الحسن صاحب قبلہ طاب ثراہ ایک ایسا سانحہ ہوشربا اور ایسا واقعہ جانفرسا ہے جسکی تلافی غیر ممکن ہے مشیت ایزدی میں کسی کو کیا دخل ہے لہٰذا ہم لوگ اوس ذات بابرکات کے ایصال ثواب کے لئے مجلس فاتحہ خوانی قرار دیتے ہیں اور اُن کے پسماندگان کے لئے دست بدعا ہیں اور کمال ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

محرک:۔ صدر جلسہ

موئید جناب سید کفایت حسین صاحب بخاری ممبر انجمن

رسالہ حجاب سے میرا کوئی تعلق نہیں

گو کہ اس رسالہ کی تشکیل میری عدم موجودگی میں ہوئی تھی لیکن سرکار نجم الملۃ مد ظلہ کے حکم اور اجازت سے اسکے اغراض و مقاصد کو دیکھتے ہوئے میں نے اوسکی خدمت گذاری منظور کرلی تھی لیکن جبکہ اوسکے ارباب حل وعقد کے خیالات شریعت کشی اور حق کے پردے میں باطل کو فروغ دینا ہے تو میں اس سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہوں اور اس سے کنارہ کش ہوں۔ والسلام

سید نجم الحسن کراروی مدرس الافاضل

خبریں

ریاستوں کی رعایا کانگریس کا ساتھ دیگی

نئی دہلی - ۱۴ - فروری - آج ہندوستانی ریاستوں کے رعایا کی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا دوسرا اجلاس ہوا جس میں یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ کانگریس کے ساتھ ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسری جماعت قائم کیجائے جسکا تعلق ہندوستانی ریاستوں کی رعایا سے ہو اور وہ جماعت ریاستوں میں جنگ آزادی کرے - پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی جلسہ میں شرکت کی جلسہ کی صدارت ڈاکٹر پٹابی سیتا رمیّہ نے کی رزولیوشن میں یہ بھی پاس کیا گیا ہے کہ ریاستوں کی رعایا جنگ آزادی میں ہر وقت کانگریس کا ساتھ دے گی ؎

چین میں جاپان کو کامیابی

ٹوکیو - ۱۴ فروری - جنگ کے کمیونک کی اطلاع ہے کہ جاپان کے مختلف حصوں میں چینی فوجی دستوں کو پسپا کیا جا رہا ہے - ایک جاپانی پارٹی سے جو چینیوں کے شمال مغرب میں جنگ آزمائی ہوئی اس میں پانچسو چینی سپاہی ہلاک ہوئے -

مرکزی ہوپائی میں پچاس ہزار چینی سپاہیوں کو پسپا کیا جا رہا ہے - نانکنگ اور کینٹن سے چینی سپاہی بھاگ رہے ہیں ان میں ۱۵۰۰ افراد ہلاک ہوگئے ہیں دن میں پچاس گرفتار کرلئے گئے ہیں چار گھنٹہ کی مسلسل جنگ کے بعد چینی کمیونسٹ سپاہی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے بنک چنگ میں بھی جاپانی سپاہیوں نے چینیوں کو شکستیں دیں چونکہ یہاں کے جزیروں میں فرانسیسی - برطانوی یا امریکہ کی افواج نے کوئی مقابلہ نہیں کیا اس لئے ممکن ہے کہ جاپان ان کے مقبوضات پر بھی قابض ہوجائے - انڈوچائنا کے راستوں کو کاٹنے کے لئے اس جزیرہ پر قبضہ کیا گیا ہے "

مہاراجہ بیکانیر کی کوششیں

جھانسی - ۱۴ فروری - مہاراجہ بیکانیر جنوبی ہند کی تمام ریاستوں کا سفر کرچکے ہیں - آپکا نظریہ یہ ہے کہ تمام والیان ریاست کو متحد ہو کر کانگریس کی قوت کو ریاستوں میں پامال کرنے اور کچلنے کے لئے امکانی جد و جہد اور کوشش عمل میں لائی جائے آپ انجمن والیان ریاست کے سابق صدر ہیں - بمبئی میں والیان ریاست کے اجلاس نے آپ کے اور تجاویز کے علاوہ یہ ..... تجویز بھی پیش کی تھی کہ موجودہ ایجی ٹیشن کے مقابلہ کرنے کے لئے متحدہ اشتراک عمل اختیار کرنا چاہئے

حیدرآباد دکن میں ہزاروں مندروں کا انتظام ریاست کی طرف سے ہوتا ہے

حیدرآباد (دکن) بذریعہ ڈاک - مسٹر سعید غلام پنجابن فسٹ کلاس مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک سکھ اور دیگر دو اشخاص کے خلاف مخربانہ لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم کے الزامات میں مقدمہ کی سماعت ہوئی مسٹر آصفیہ سپرنٹنڈنٹ نے بطور گواہ استغاثہ بیان کیا کہ ریاست میں ۲۴۶۹ مندر اور ۷۴۳۴ مسجدیں ایسی ہیں کہ جنکا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے - ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۹ء تک کے عرصہ میں ۵۰ مندروں اور ۸۰ مسجدوں کی تعمیر کی گئی - اس عرصہ میں ۵۰۸ مندروں اور ۵۴۵ مسجدوں کی مرمت کی گئی - جرح پر آپ نے کہا کہ ریاست میں کل ۲۶۳۵۸ مذہبی انسٹی ٹیوشن ہیں جن میں مندر بھی شامل ہیں - یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۲۲ جنوری کو حیدرآباد پولیس نے حیدرآباد کے نزدیک جنگل میں ایک جھونپڑی پر چھاپہ مارا - ایک سکھ کو وہاں سے گرفتار کیا ہے - اس کے قبضہ سے بہت سا چھپا ہوا سامان ایک ڈپلیکیٹر مخربانہ لٹریچر اور بہت سی چیزیں برآمد ہوئی ہیں - اس لٹریچر میں درج تھا کہ حیدرآباد نظام گورنمنٹ اسلامی طریقہ سے پیلائی جارہی ہے اور یہ مندروں کو گرا گرا کر ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کررہی ہے - آریہ سماجیوں کو بیدار ہونا چاہیے "

اسپین کی جدید حکومت

لندن ۱۴ فروری - برطانیہ و فرانس کے سیاسی حلقوں میں یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ اسپین کی سرزمین پر جنرل فرانکو کی حکومت تسلیم کرلی جائے - اور یقین کیا جا رہا ہے کہ ہر دو ممالک اپنے سفرا جلد منتخب کرکے روانہ کردیں گے - لیکن جنرل فرانکو کی فتح تسلیم کرنے اور حکومت کی تائید کرنے سے یورپ کی فضا کا مکدر ہوجانا یقینی ہے اس لئے کہ جنرل موصوف اٹالیہ اور جرمن کا پر خلوص حلیف ہے اور وہ ہونیوالی جنگ

میں انھیں کا ساتھ دیگا اس یقین کی وجہ سے فرانس برطانیہ سے جرمن نوآبادیوں کی واپسی کے متعلق مشورہ کر رہا ہے اور اسکا امکان ہے کہ فرانس جرمنی مطالبات متعلق طرابلس وغیرہ کو منظور کرے گا۔

قانون خلع اور شلیونکی واپسی

خلع بل جس کے متعلق الواعظ کی گذشتہ اشاعتوں میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے وہ آخر ۶ر فروری کو مرکزی اسمبلی میں پیش ہو گیا حالانکہ گورنر جنرل اور دیگر ذمہ دار احکام کو مجلس حضرات علمائے شیعہ نے تار بھی دئے تھے مزید برآن جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ سکریٹری مجلس علمائے شیعہ دہلی تشریف لیگئے اور سر سید رضا علی صاحب صدر شیعہ کانفرنس کی توجہ اسطرف منعطف کرائی لیکن موصوف نے اس کے متعلق ترمیم پیش کرنے کیلئے صاف انکار کر دیا مختصر یہ کہ ۱۴ر فروری کو یہ بل گرما گرم مباحثہ کے بعد ہاؤس نے منظور کر لیا ہے۔ ایوان نے دفعہ ۴۹۲ ضابطہ فوجداری میں ترمیم کرنیکے لئے بل کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

فسادات کانپور کے حالات

کانپور ۱۲ر فروری کو محلہ بانس منڈی میں مسجد کے سامنے سے بارات کے باجے بجاتے ہوئے گذرنے پر جو ہنگامۂ قتل و غارت رونما ہوا وہ انتہائی ذکراش ...... اور قابل ملامت ہے ہندو بجرنگ بلی کی جے اور مسلمان نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے صف آرا ہو گئے تین دن تک ہندو مسلمانوں میں تصادم ہوتا رہا بعض محلوں اور بازاروں میں مکانات اور دوکانوں کو نذر آتش کر دیا گیا ہے ۱۴ر فروری کی غیر سرکاری اطلاع یہ ہے کہ تین سو تیس آدمی ہلاک ہو چکے ہیں اور تین سو سے زائد زخمی ہیں ساڑھے تین سو کی تعداد زخمیوں کی بتاتے ہیں۔ ۱۶ فروری تک تقریباً ایکہزار گرفتاریاں ہو چکی ہیں پولیس کو امن قائم کرنیکے لئے سات آٹھ مرتبہ گولی چلانا پڑی۔ شہر میں کرفیو آرڈر وغیرہ نافذ کر دیا گیا تھا۔ اب کانپور کی فضا پُر امن ہو گئی ہے اور حکام کو قابو حاصل ہو چکا ہے رفتہ رفتہ دوکانیں اور بازار کھل رہے ہیں لیکن باشندگان شہر ابھی تک خوف زدہ

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر	نام رسالہ	قیمت	محصول	نمبر	نام رسالہ	قیمت	محصول
۱	قاتل حسین کا مذہب	۳ر	۱ر	۲۱	اسوہ حسینی	۲ر	۱ر
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	تیسرا ایڈیشن زیر طبع		۲۲	جنگ صفین	۱۲ر	۲ر
۳	مولود کعبہ ختم	۱ر	۲ر	۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول	۲ر	۱ر
۴	وجود حجت	۳ر	۱ر	۲۴	” حصہ دوم	۵ر	۱ر
۵	اصول دین اور قرآن	۳ر	۱ر	۲۵	مقصود کعبہ	۱ر	۲ر
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۳ر	۱ر	۲۶	مذہب اہلبیت حصہ دوم	۱ر	۱ر
۷	حسین اور اسلام اردو	۱ر	۲ر	۲۷	مذہب اور سائنس	۱ر	۲ر
۸	” ” ہندی	۱ر	۲ر	۲۸	معرکۂ کربلا	ختم	
۹	” ” انگریزی	ختم		۲۹	کربلا کا مہایودھ		
۱۰	شہدا اور اسلام	۹ر	۲ر	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	۲ر	۲ر
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۰ر	۲ر	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۶ر	۱ر
۱۲	تجارت اور اسلام	ختم		۳۲	دور استبداد	۴ر	۱ر
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم			۳۳	حقیقت بدار	۲ر	۲ر
۱۴	علی اور کعبہ	۱ر	۲ر	۳۴	خطیب آل محمد	۴ر	۱ر
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۶ر	۱ر	۳۵	تدوین حدیث	۱ر	۲ر
۱۶	مذہب اہلبیت حصہ اول	۵ر	۱ر	۳۶	مطلوب کعبہ	۱ر	۲ر
۱۷	نوروز اور غدیر	۱ر	۲ر	۳۷	محاربۂ کربلا	۱ر	۲ر
۱۸	مجاہدۂ کربلا	۲ر	۲ر	۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰ر	۲ر
۱۹	کربلا کا ماتم ہندی انگریزی	ختم		۳۹	دی مسیج آف اسلام انگریزی	۰ر	۲ر
۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسین انگریزی	۲ر	۲ر	۴۰	اثبات عزاداری	۴ر	۱ر
[illegible]	مسئلہ فدک	۵ر	۱ر	۴۱	اقتصاد القرآنی للارض	۸ر	۱ر
[illegible]	[illegible] کعبہ	۱ر	۲ر	۴۲	نہج البلاغہ کا استناد	۴ر	۱ر
[illegible]	[illegible] امامت حصہ اول	۵ر	۱ر	۴۳	خلافت و امامت حصہ چہارم	۳ر	۱ر
[illegible]	” حصہ دوم	۴ر	۱ر	۴۴	شہدائے کربلا حصہ دوم	۵ر	۱ر
[illegible]	” حصہ سوم	۳ر	۱ر	۴۵	ابو الائمہ کی تعلیمات	۴ر	۱ر

نمبر	نام رسالہ	قیمت	محصول	نمبر	نام رسالہ	قیمت	محصول
۴۶	تحقیق اذان	۱ر	؎ر	۵۷	حسینیت کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱ر	۱۰ر
۴۷	ذوالجناح	۱ر	؎ر	۵۸	اسلامی عقائد	۲ر	؎ر
۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۲ر	۱ر	۵۹	آثار باقیہ	۱ر	۱۰ر
۴۹	کربلا کا مہا سمر ہندی	۲ر	؎ر	۶۰	صحیفۂ سجادیہ کی عظمت	۱ر	؎ر
۵۰	حسین دی شہید آف کربلا انگریزی	۱۱ر	؎ر	۶۱	خلافت و امامت حصہ پنجم	۱۲ر	۱ر
۵۱	مشہد اعظم	۱ر	؎ر	۶۲	خدا کی معرفت	۸ر	[illegible]

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی!

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	الشہید	۱۰ر	؎ر	۷	گل عصمت	۱۰ر	؎ر
۲	کائنات قبل از اسلام	۲ر	؎ر	۸	رجال بخاری حصہ دوم	۶ر	؎ر
۳	خاندان حسین کی گرفتاری	۸ر	۲ر	۹	رسول کی بیٹی	۲ر	؎ر
۴	تحفۂ دینیات	عہ	۲ر	۱۰	تاریخ ازدواج	۱۰ر	۱ر
۵	وجیزۃ الاحکام	۴ر	۱ر	۱۱	الہامی کلمات	۳ر	۱ر
۶	صحیفۂ تجلی (رباعیات)	۸ر	۱ر	۱۲	شہید اسلام	[illegible]	[illegible]

ملنے کا پتہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ - لکھنؤ

واویلا واحسرتا کے نعرے بلند کئے۔ (بقیہ صفحہ ۶۶)

یہ تھی وہ سیاست حسینی جس سے وہ لوگ ناواقف تھے جو عورتوں کی ہمراہی کو خلاف مصلحت سمجھ رہے تھے اب انہیں بھی معلوم ہوا کہ انکو ساتھ لیجانے میں کیا راز مضمر تھا انہیں بیکسوں ہی کی تو آواز تھی جسنے ہند آنکھوں کو کھولدیا ابھی قتل حسین میں شریک ہونیوالوں کی تلواروں کا خون بھی نہیں صاف ہوا تھا کہ اموی سلطنت کے سکار بادشاہ یزید کا خون خشک ہونے لگا ان بے والی و وارث عورتوں نے فرزند معاویہ کے خلاف عام طور سے غم و غصہ کے جذبات برانگیختہ کر دئے۔

فہرست کتب نظامی پریس بک ایجنسی لکھنؤ مفت طلب فرمایئے

حمائل شریف لاکٹ تعویذی بچوں کے گلے میں
ڈالنے کے لئے ۹ر

ہفت سورہ مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب
پاکٹ سائز جلی قلم مجلد ۶ر غیر مجلد ۴ر

حدیث کساء پاکٹ سائز جلی قلم مترجمہ مصدقہ
سرکار ناصر الملۃ ۱ر

دعائے مشلول پاکٹ سائز جلی قلم واضح
مترجمہ جناب ظفر مہدی صاحب قبلہ ۲ر

اعمال عاشورہ اربعین مصدقہ سرکار
ناصر الملۃ دام ظلہ پاکٹ سائز ۲ر

دعائے سباسب مترجم پاکٹ سائز ۲ر

دعائے کمیل مترجم پاکٹ سائز ۲ر

دعائے نور پاکٹ سائز ۲ر

تحفۃ العوام دستخطی علمائے کرام

مع استخارہ سجادیہ

مع جدول تاریخہائے سعد و نحس حجۃ الاسلام
سرکار شریعتمدار ناصر الملۃ والدین صدر المحققین مولانا
سید ناصر حسین صاحب قبلہ دام ظلہ
موافق فتاوائے

حجۃ الاسلام مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد العصر
و حجۃ الاسلام مولانا السید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر
و حجۃ الاسلام مولانا السید محمد صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان
و حجۃ الاسلام مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ مجتہد العصر
سفید چکنا کاغذ جلی قلم چھپائی خصوصاً عربی عبارت
خاص طور سے واضح ہر حرف علیحدہ علیحدہ کہ کم پڑھے
لوگ بھی آسانی سے پڑھ سکیں قیمت مجلد کونہ نیشتی
چمڑا ۱۲ر کپڑا ۱۰ر غیر مجلد ۸ر

استخارہ سجادیہ پاکٹ سائز ۴ر

شیعہ بچوں کی نماز از مولانا فرمان علی صاحب
خوب جلی قلم کہ بچوں کو نماز یاد کرنے میں آسانی ہو ۱ر

شیعہ بچوں کے لئے دینی کتب

انگریزی تعلیم یا علوم دینی کی طرف سے بے توجہی کا
نتیجہ یہ ہوا کہ بچے مذہبی معلومات سے بیخبر ہیں اسی
کو مد نظر رکھکر جناب مولانا حافظ فرمان علی صاحب
قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے بچوں کے لئے چند کتابیں بنا دیں
اگر انگریزی تعلیم کے ساتھ ان کتابوں کو بھی
پڑھایا جائے تو مذہبی معلومات میں بھی کوئی کمی باقی
نہیں رہ سکتی

دینیات کی پہلی کتاب مولانا فرمان علی ۱ر

" دوسری " ۴ر

" تیسری " ۵ر

جناب سیدہ اور انکی سادہ زندگی ۲ر
مولفہ جناب سید اکبر علی صاحب پروفیسر

ذخیرہ مناقب مع سوت بند کاشی
نہایت صاف جلی قلم باضافہ دوازدہ بند والتجا
از جناب ظفر مہدی صاحب قبلہ غیر مجلد ۱۰ر

مولفات جناب فوق مدظلہ

اسوۃ الرسول جلد اول ۱۰ر
اسوۃ الرسول جلد دوم
اسوۃ الرسول جلد سوم ۵ر
سراج المبین ہر دو حصہ ۷ر
الزہرا ۸ر سیر دمین ۹ر
ذبح عظیم ۷ر مآثر باقریہ ۱۲ر
آثار جعفریہ ۱۰ر علوم کاظمیہ ۱۰ر
تحفہ رضویہ ۸ر تحفۃ المتقین ۱۲ر
سیرۃ النقی ۱۰ر العسکری ۱۰ر در مقصود ۸ر
المحاسن ۸ر ذکر الطیبا ۱۰ر
رسالہ ماجرٰی ۳ر
قرآن مجید و اقتصادیات ۴ر

ذکر العباس سوانحعمری حضرت عباس علیہ السلام
غیر مجلد ۱۰ر

مولفہ

جناب مولانا السید نجم الحسن صاحب کراروی
سوانح میں پہلی کتاب ہے جسمیں پیدایش سے
لیکر شہادت تک کے تفصیلی واقعات کتب معتبرہ
سے مع حوالہ کتب درج ہیں لکھائی چھپائی
اور کاغذ نہایت عمدہ سائز ۲۲×۱۹
قیمت ..... مجلد ۱۲ر

الکاظم سوانح عمری حضرت امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام تصحیح جناب مولانا سید سبط حسن صاحب
قبلہ اعلی اللہ مقامہ ۹ر

اسم اعظم سوانح عمری حضرت امیر المومنین
علی علیہ السلام مولفہ جناب کاظم علی صاحب
غیر مجلد ..... مجلد ۱۰ر

سوانح آل ہاشم مصنفہ میر کاظم علی صاحب ۲ر

ابو طالب از مولانا ظفر مہدی صاحب قبلہ ۸ر

تذکرۃ الصحابیات ۶ر

ذخیرۂ ذاخرہ حضرت ذاخر کے نوحوں کا مجموعہ مجلد ۱۰ر

تاریخ احمدی مولفہ نواب صاحب
پریانواں مشہور عالم کتاب ہے

سپہر امامت کے بارہ بروج ۵ر

الامامۃ والخلافت ۱ر

آیات محکمات جواب آیات بینات ۵ر

خدا سے سمجھے از مولانا ظفر مہدی صاحب قبلہ ۴ر

صراط مستقیم مسٹر صدیق احمد نے اپنے خیالات لکھے
ہیں کہ میں کس طرح شیعہ ہوا ۵ر

تکمیل از جناب حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ ۱۰ر

اصول دین از مولانا سید سبط حسن صاحب ۵ر

حدیث غدیر کی سرگزشت ۶ر

فلسفہ مذہب شیعہ از میسو ماربن جرمنی ۲ر

جواہر البیان مولفہ ابو البیان سید اکبر مہدی
صاحب سلیم جرولی۔ مجلس فضائل و مصائب کے
واسطے بہت کار آمد اور معقول و مستند کتاب ہے
قیمت غیر مجلد ۱۰ر حجم تقریباً ۵۰۰ صفحات

قرآن شریف

مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ

رنگین ۵ر ساده ۹ر

مفتاح البیان حصہ اول ۱۰ر

فریاد بیاض نوحہ جات مولانا سید سبط حسن صاحب ۴ر

نظم نفیس ۹ر

خورشید خاوری ۱۰ر

تاریخ الاسماء — تاریخی نام بتانیکی کتاب ۹ر
مینجر نظامی پریس بک ایجنسی آہنی پھاٹک لکھنؤ
پخت و پز — کھانا پکانیکی عمدہ کتاب ۸ر

رجسٹرڈ نمبر ل ۱۰۷۷

چہاردہ معصومین کی سوانحعمریاں

علٰحدہ علٰحدہ مجلد

مولفہ شمس الواعظین جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

آج جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب اور دینی پیشواؤں کے حالات سے بالکل بے خبر بنادیا ہے، اس بات کی ضرورت محسوس کیجارہی تھی کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات سادہ دلکش انداز سے سہل اور آسان اُردو میں لکھے جائیں کہ ہمارے لڑکے لڑکیاں (کم پڑھے لوگ) عورتیں بھی آسانی سے پڑھکر سمجھ سکیں اور ان حضرات کے علمی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو اور وہ جان لیں کہ ہمارے دینی راہ نما کمالات کے کن کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

کتابیں اگرچہ مختصر ہیں مگر باوجود اختصار جو کچھ بڑی بڑی کتابوں میں ہے مؤلف نے سمیٹ کر گویا دریا کوزہ میں بند کردیا ہے..... واقعات کتب معتبرہ سے لکھے گئے ہیں موقع موقع غلط مراسم اصراف بیجا وغیرہ کے پہلو بھی نمایاں کردیے گئے ہیں۔

یہ کتابیں مناظرانہ رنگ سے الگ ہیں۔ ہرایک حصہ میں مابہ النزاع واقعات نرمی سے لکھے گئے ہیں

آپکے گھر میں انکا وجود دنیا وآخرت کے سنوارنے کا ذمہ دار ہے

(۱) سوانحعمری حضرت خاتم الانبیا مجلد ۱۲/ (۲) سوانحعمری حضرت سیدہ طاہرہؑ ۸/ (۳) سوانحعمری حضرت علی مرتضیٰ ۱۲/ (۴) سوانحعمری حضرت امام حسنؑ مجلد ۶/ (۵) سوانحعمری حضرت امام حسینؑ مجلد عہ/ (۶) سوانحعمری حضرت امام زین العابدین مجلد ۸/ (۷) سوانحعمری حضرت امام محمد باقرؑ مجلد ۶/ (۸) سوانحعمری حضرت امام جعفر صادق مجلد ۱۰/ (۹) سوانحعمری حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ۸/ (۱۰) سوانحعمری حضرت امام رضاؑ مجلد ۹/ (۱۱) سوانحعمری امام محمد تقیؑ مجلد ۵/ (۱۲) سوانحعمری حضرت امام محمد نقیؑ مجلد ۸/ (۱۳) سوانحعمری حضرت امام حسن عسکریؑ مجلد ۵/ (۱۴) سوانحعمری حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ مجلد ۱۰/ مکمل سٹ (۱۴ جلدیں) کے خریدار سے معہ/